سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّثَمَانِيْ عَشْرَةَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ مومنون مکہ میں اُتری اور اس کی ایک سَو اٹھارہ آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ

کام نکال لے گئے ایمان والے جو اپنی نماز میں

خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ

جُھکنے والے ہیں ف۱ اور جو نکمّی بات پر دھیان نہیں کرتے ف۲ اور جو

هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵

زکوٰۃ دیا کرتے ہیں ف۳ اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں

اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶

مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال باندیوں پر سو اُن پر نہیں کچھ الزام

فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ

پھر جو کوئی ڈھونڈے اس کے سوا سو وہ ہی ہیں حد سے بڑھنے والے ف۴ اور جو

هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ

اپنی امانتوں سے اور اپنے قرار سے خبردار ہیں ف۵ اور جو اپنی نمازوں کی

يُحَافِظُوْنَ ۝۹ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ

خبر رکھتے ہیں ف۶ وہ ہی ہیں میراث لینے والے جو میراث پائینگے باغ ٹھنڈی چھاؤں کے ف۷

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۱ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ

وہ اُسی میں ہمیشہ رہیں گے اور ہم نے بنایا آدمی کو چُنی ہوئی

طِيْنٍ ۝۱۲ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝۱۳ ثُمَّ خَلَقْنَا

مٹی سے ف۸ پھر ہم نے رکھا اُس کو پانی کی بوند کر کے ایک جمے ہوئے ٹھکانہ میں ف۹ پھر بنایا

ف۱ "خشوع" کے معنی ہیں کسی کے سامنے خوف وہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا، چنانچہ ابن عباسؓ نے "خَاشِعُوْنَ" کی تفسیر "خائفون ساکنون" سے کی ہے۔ اور آیت "تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ" بھی دلالت کرتی ہے کہ "خشوع" میں ایک طرح کا سکون وتذلل معتبر ہے۔ قرآن کریم میں "خشوع" کو وجوہ، البصار، اصوات وغیرہ کی صفت قرار دیا ہے۔ اور ایک جگہ آیت "اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ" میں قلب کی صفت تبلائی ہی معلوم ہوتا ہے کہ اصل خشوع قلب کا ہے اور اعضائے بدن کا خشوع اُس کے تابع ہے۔ جب نماز میں قلب خاشع وخائف اور ساکن وپست ہوگا تو خیالات اِدھر اُدھر بھٹکتے نہیں پھرینگے، ایک ہی مقصود پر جم جائینگے پھر خوف وہیبت اور سکون وخضوع کے آثار بدن پر بھی ظاہر ہونگے مثلاً بازو اور سر جھکانا، نگاہ پست رکھنا، ادب سے دست بستہ کھڑا ہونا، اِدھر اُدھر نہ تاکنا، کپڑے یا ڈاڑھی وغیرہ سے نہ کھیلنا، انگلیاں نہ چٹخانا، اور اسی قسم کے بہت افعال واحوال لوازم خشوع میں سے ہیں۔ احادیث میں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نماز میں ایسے ساکن ہوتے تھے جیسے ایک بیجان لکڑی، اور کہا جاتا تھا کہ یہ نماز کا خشوع ہے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا نماز بدون خشوع کے صحیح و مقبول ہوتی ہے یا نہیں۔ صاحب روح المعانی نے لکھا ہے کہ خشوع اجزائے صلوٰۃ کے لئے شرط نہیں۔ ہاں قبول صلوٰۃ کے لئے شرط ہے میرے نزدیک یوں کہنا بہتر ہوگا کہ حُسنِ قبول کے لئے شرط ہے واللہ اعلم۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ احیاء العلوم اور اس کی شرح میں تفصیل ملاحظہ کی جائے۔ بہرحال انتہائی فلاح اور اعلیٰ کامیابی اِن ہی مومنین کو حاصل ہوگی جو خشوع وخضوع کے ساتھ نمازیں ادا کرتے ہیں اور اُن اوصاف سے موصوف ہیں جو آگے بیان کئے گئے ہیں۔

ف۲ یعنی فضول وبیکار مشغلوں میں وقت ضائع نہیں کرتے کوئی دوسرا شخص لغو اور نکمّی بات کہے تو اُدھر سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اُن کو وظائف عبودیت سے اتنی فرصت ہی نہیں ہوتی کہ ایسے بے فائدہ جھگڑوں میں اپنے کو پھنسائیں ؎

چہ خوش گفت بہلول فرخندہ خو۔ چو بگذشت برعارف جنگجو
گر ایں مدعی دوست بشناختے۔ بہ پیکار دشمن نہ پرداختے

ف۳ یعنی اُن کی عادت ہے کہ ہمیشہ زکوٰۃ ادا کرتے رہتے ہیں۔ ایسا نہیں کہ کبھی دی کبھی نہ دی، غالباً اسی لئے "يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ" کی جگہ "لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ" کی ترکیب اختیار فرمائی۔ گویا تبلادیا کہ زکوٰۃ ادا کرنا اُن کا مستمر کام ہے۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہٗ نے "دیا کرتے ہیں" کہہ کر اِدھر اشارہ کردیا۔ بعض مفسرین نے یہاں زکوٰۃ کو "طہارت" (پاکیزگی) یا تزکیۂ نفس کے معنی میں لیا ہے۔ گویا آیت حاضرہ کو "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى" اور "قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا" کے مشابہ قرار دیا ہے۔ اگر یہ مراد ہو تو اُس کے مفہوم کو عام رکھا جائے جس میں بدن کا، دل کا اور مال کا پاک رکھنا سب داخل ہو۔ زکوٰۃ وصدقات بھی ایک قسم کی مالی تطہیر ہے۔ "خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا" (توبہ۔ رکوع ۱۳) یہ کہنا کہ آیت مکی ہے اور مکہ میں زکوٰۃ فرض نہ ہوئی تھی، ابن کثیرؒ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اصل زکوٰۃ کی مشروعیت مکہ میں ہوچکی تھی، ہاں مقادیر ونُصُب وغیرہ کی تشخیص مدینہ پہنچ کر ہوئی واللہ اعلم۔

ف۴ یعنی اپنی منکوحہ عورت یا باندی کے سوا کوئی اور راستہ قضائے شہوت کا ڈھونڈے، وہ حلال کی حد سے آگے نکل جانے والا ہے۔ اس میں زنا، لواطت اور استمناء بالید وغیرہ سب صورتیں آگئیں، بلکہ بعض مفسرین نے حُرمت مُتعہ پر بھی اس سے استدلال کیا ہے۔ وفیہ کلام طویل لایسعہ المقام۔ راجع روح المعانی تحت ہذہ الآیۃ الکریمۃ۔

ف۵ یعنی امانت اور قول وقرار کی حفاظت کرتے ہیں، خیانت اور بدعہدی نہیں کرتے نہ اللہ کے معاملہ میں نہ بندوں کے۔

ف۶ نمازیں اپنے اوقات پر آداب وحقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بندوں کے معاملات میں پڑکر عبادت الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ یہاں تک مومنین مفلحین کی چھ صفات وخصال بیان کیں۔ (۱) خشوع وخضوع سے نمازیں پڑھنا، یعنی بدن اور دل سے اللہ کی طرف جھکنا۔ (۲) باطل لغو اور نکمّی باتوں سے علیحدہ رہنا۔ (۳) زکوٰۃ یعنی مالی حقوق ادا کرنا یا اپنے بدن، نفس اور مال کو پاک رکھنا۔ (۴) شہواتِ نفسانی کو قابو میں رکھنا (۵) امانت وعہد کی حفاظت کرنا گویا معاملات کو درست رکھنا (۶) اور آخر میں پھر نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرنا کہ اپنے وقت پر آداب وشروط کی رعایت کے ساتھ ادا ہوں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کا حق تعالیٰ کے یہاں کیا درجہ ہے اور کس قدر مہتم بالشان چیز ہے کہ اُس سے شروع کر کے اُسی پر ختم فرمایا۔

ف۷ جنت کے میراث ہونے پر پہلے کسی جگہ ہم لکھ چکے ہیں۔

ف۸ کیونکہ سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام منتخب مٹی سے پیدا ہوئے اور ویسے بھی تمام بنی آدم نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور نطفہ بھی مٹی سے نکلی ہوئی غذاؤں کا خلاصہ ہے۔

ف۹ یعنی رحم مادر میں جہاں سے کہیں ہل نہ سکے۔

النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ
اُس بوند سے لہو جما ہوا پھر بنائی اُس لہو جمے ہوئے سے گوشت کی بوٹی پھر بنائیں اُس بوٹی سے

عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ
ہڈیاں پھر پہنایا اُن ہڈیوں پر گوشت ف۱ پھر اُٹھا کھڑا کیا اُس کو ایک نئی صورت میں ف۲ سو بڑی برکت

اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿۱۴﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ
اللہ کی جو سب سے بہتر بنانیوالا ہے ف۳ پھر تم اس کے بعد مرو گے ف۴ پھر تم

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ وَمَا كُنَّا
قیامت کے دن کھڑے کئے جاؤ گے ف۵ اور ہم نے بنائے ہیں تمہارے اُوپر سات رستے ف۶ اور ہم نہیں

عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ
ہیں خلق سے بے خبر ف۷ اور اُتارا ہم نے آسمان سے پانی ماپ کر ف۸ پھر اُسکو ٹھہرا دیا

فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ
زمین میں ف۹ اور ہم اُس کو لے جائیں تو لے جا سکتے ہیں ف۱۰ پھر اُگا دیے تمہارے واسطے

بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا
اُس سے باغ کھجور اور انگور کے تمہارے واسطے اُن میں میوے ہیں بہت اور انہی میں سے

تَاْكُلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ
کھاتے ہو ف۱۱ اور وہ درخت جو نکلتا ہے سینا پہاڑ سے لے اُگتا ہے تیل

وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ
اور روٹی ڈبونا کھانیوالوں کے واسطے ف۱۲ اور تمہارے لئے چوپایوں میں دھیان کرنے کی بات ہے پلاتے ہیں ہم تم کو

مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ
اُن کے پیٹ کی چیز سے اور تمہارے لئے اُن میں بہت فائدے ہیں اور بعضوں کو کھاتے ہو ف۱۳ اور

عَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ
اُن پر اور کشتیوں پر لدے پھرتے ہو ف۱۴ اور ہم نے بھیجا نوح کو اُس کی قوم کے پاس

وقف لازم

ع ۱ ۔ ۲

ف۱ یعنی کچھ حصہ گوشت کا سخت کر کے ہڈیاں بنا دیں۔ اور ہڈیوں کے ڈھانچے پر پھر گوشت پوست منڈھ دیا۔ سورۂ "حج" میں اسی کے قریب کیفیت تخلیق انسان کی بیان ہو چکی ہے۔

ف۲ یعنی روح حیات پھونک کر ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ جس پر آگے چل کر بچپن، جوانی، کہولت اور بڑھاپے کے بہت سے احوال و ادوار گذرتے ہیں۔ ف۳ جس نے نہایت خوبصورتی سے تمام اعضاء و قویٰ کو بہترین سانچے میں ڈھالا اور اُس کی ساخت عین حکمت کے موافق نہایت موزوں و متناسب بنائی۔ ف۴ یعنی تمہارا وجود ذاتی اور خانہ زاد نہیں، مستعار اور دوسرے کا عطیہ ہے۔ چنانچہ موت آ کر سب نقشہ بگاڑ دیتی ہے۔ تم اُس وقت اُس کے زبردست پنجہ سے اپنی ہستی کو نہیں بچا سکتے۔ یقیناً کوئی اور قاہر طاقت تمہارے اوپر ہے جس نے وجود کی باگ اپنے ہاتھ میں تھام رکھی ہے جب چاہے ڈھیلی چھوڑ دے، جب چاہے کھینچ لے۔

ف۵ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا وہ ہی دوبارہ بنا کر کھڑا کریگا۔ تا پہلے وجود کی مستور قوتیں اور اعمال کے نتائج اپنی کامل ترین صورتوں میں ظاہر ہو کر ثابت کر دیں کہ یہ اتنا بڑا کارخانہ کوئی بیکار اور بے نتیجہ ڈھونگ نہیں بنایا گیا تھا۔

ف۶ "طرائق" کے معنی بعض مفسرین و لغویین کے نزدیک طبقات کے ہیں۔ یعنی آسمان کے سات طبقے اوپر نیچے بنائے۔ فھذا کما قال كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (نوح۔ رکوع ۱) اور بعض نے طرائق کو راستوں کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی سات آسمان بنائے جو فرشتوں کی گذرگاہیں ہیں بعض معاصر مصنفین نے "سبع طرائق" سے سات سیاروں کے مدارات مُراد لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ف۷ ہر چیز پورے انتظام و احکام اور خبرداری سے بنائی ہے اور اُس کی حفاظت و بقاء کے طریقوں سے ہم پورے باخبر ہیں۔ اجرام سماویہ اور مخلوقات سفلیہ میں کوئی چیز نہیں جو ہمارے احاطۂ علم و قدرت سے باہر ہو۔ ورنہ سارا انتظام ہی درہم و برہم ہو جائے۔ "يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا" الخ (حدید۔ رکوع ۱)

ف۸ نہ اس قدر زیادہ کہ دنیا بے وقت اور بے موقع تباہ ہو جائے۔ اور نہ اتنا کم کہ ضروریات کو کافی نہ ہو۔

ف۹ یعنی بارش کا پانی زمین اپنے اندر جذب کر لیتی ہے جس کو ہم کنواں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں۔

ف۱۰ یعنی نہ اُتارنا چاہیں تو نہ اُتاریں اور اُتارنے کے بعد تم کو اُس سے منتفع ہونے کی دسترس نہ دیں مثلاً اس قدر گہرا کر دیں کہ تم نکالنے میں کامیاب نہ ہو سکو، یا خشک کر کے ہوا میں اُڑا دیں، یا کھاری اور کڑوا کر دیں، تو ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں۔

ف۱۱ یعنی اُن کی بہار دیکھ کر خوش ہوتے ہو اور بعض کو بطور تفکّہ اور بعض کو بطور غذا استعمال کرتے ہو۔

ف۱۲ یعنی زیتون کا درخت جس میں سے روغن نکلتا ہے جو مالش وغیرہ کے کام آتا ہے اور بہت ملکوں کے لوگ سالن کی جگہ اُس کا استعمال کرتے ہیں۔ اس درخت کا ذکر خصوصیت سے فرمایا کیونکہ اُس کے فوائد کثیر ہیں اور خاص فضل و شرف رکھتا ہے اسی لئے سورۂ "تین" میں اس کی قسم کھائی گئی۔ جبل طور کی طرف نسبت کرنا بھی اُس کی فضیلت و برکت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ وہاں اس کی پیداوار زیادہ ہوتی ہوگی۔

ف۱۳ نباتات کے بعد یہ حیوانات کا ذکر ہوا یعنی جانوروں کا دودھ ہم اپنی قدرت سے تم کو پلاتے ہیں۔ اور بہت کچھ فائدے تمہارے لئے اُن کی ذات میں رکھ دیے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض جانوروں کا گوشت کھانا بھی حلال کر دیا۔ ف۱۴ یعنی خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر اور دریا میں جہازوں اور کشتیوں پر سوار ہو کر کہیں سے کہیں نکل جاتے ہو اور بڑے بڑے وزنی سامان اُن پر بار کرتے ہو۔ کشتی کی مناسبت سے آگے نوح علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اُن سے کشتی بنوائی جو طوفان عظیم کے وقت مومنین کی نجات کا ذریعہ بنی۔ پھر نوح علیہ السلام کی مناسبت سے بعض دوسرے انبیاء کے واقعات بھی ذکر فرما دیے۔ شاید یہاں ان قصص کے بیان میں یہ بھی اشارہ ہوگا کہ جس طرح اُوپر کی آیات میں تمہاری جسمانی ضروریات کا انتظام مذکور تھا اسی طرح خداوند رحمان نے تمہاری روحانی حوائج و ضروریات کا سرانجام کرنے کے لئے ابتدائے دنیا سے وحی و رسالت کا سلسلہ بھی قائم فرما دیا۔ یا یوں کہو کہ اُوپر قدرت کے نشانات بیان فرما کر توحید کی طرف متوجہ کرنا تھا۔ اُس کی تکمیل کے لئے یہاں سے سلسلۂ نبوت کا بیان شروع کر دیا۔ جس کے ضمن میں انبیاء اور اُن کے متبعین کی خوش انجامی اور مکذبین و معاندین کی بد انجامی بھی ذہن نشین کر دی گئی۔

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۲۳﴾
تو اُس نے کہا اے قوم بندگی کرو اللہ کی تمہارا کوئی حاکم نہیں اُسکے سوائے کیا تم ڈرتے نہیں

فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ
تب بولے سردار جو کافر تھے اُس کی قوم میں یہ کیا ہے آدمی ہے جیسے تم ف۱

يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا
چاہتا ہے کہ بڑائی کرے تم پر اور اگر اللہ چاہتا تو اُتارتا فرشتے ف۲ ہم

سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ ۚ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ
نے یہ نہیں سُنا اپنے اگلے باپ دادوں میں ف۳ اور کچھ نہیں یہ ایک مرد ہے کہ اِس کو سودا ہے

فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾
سو راہ دیکھو اُس کی ایک وقت تک ف۴ بولا اے رب تو مدد کر میری کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ف۵

فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا
پھر ہم نے حکم بھیجا اُس کو کہ بنا کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے پھر جب

جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ
پہنچے ہمارا حکم اور اُبلے تنور تو تو ڈال لے کشتی میں ہر چیز کا جوڑا

اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ
دو دو اور اپنے گھر کے لوگ ف۶ مگر جس کی قسمت میں پہلے سے ٹھہر چکی ہے بات ف۷ اور مجھ سے بات نہ کر

فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ
ان ظالموں کے واسطے بیشک اُن کو ڈوبنا ہے ف۸ پھر جب چڑھ چکے تو

وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ
اور جو تیرے ساتھ ہے کشتی پر تو کہہ شکر اللہ کا جس نے چھڑایا ہم کو

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ
گنہگار لوگوں سے ف۹ اور کہہ اے رب اُتار مجھ کو برکت کا اُتارنا اور تو ہے

ف۱ یعنی اس میں اور تم میں فرق کیا ہے جو یہ رسول بن جائے۔ تم نہ بنو۔

ف۲ یعنی بڑا بن کر رہنا چاہتا ہے اس لئے یہ سب ڈھونگ بنایا ہے ورنہ خدا کسی کو رسول بنا کر بھیجتا تو کیا یہ ہی اس کام کے لئے رہ گیا تھا۔ کوئی فرشتہ نہ بھیج سکتا تھا۔

ف۳ یعنی ہم نے ایسی عجیب بات کبھی نہیں سُنی کہ ایک ہماری طرح کا معمولی آدمی خدا کا رسول بن جائے اور تمام دیوتاؤں کو ہٹا کر تنہا ایک خدا کی حکومت منوانے لگے۔

ف۴ معلوم ہوتا ہے کہ اس غریب کا دماغ چل گیا۔ بھلا ساری قوم کے خلاف اور اپنے باپ دادوں کے خلاف ایسی بات زبان سے نکالنا جو کوئی شخص باور نہ کر سکے کھُلا جنون نہیں تو اور کیا ہوگا بہتر ہے چند روز صبر کرو اور انتظار کرو، شاید کچھ دنوں کے بعد اسے ہوش آجائے اور جنون کے دَورہ سے افاقہ ہو یا یوں ہی مر مرا کر قصہ ختم ہو جائے۔ (العیاذ باللہ)

ف۵ یعنی جب نوحؑ کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوئیں، ساڑھے نَو سو برس سختیاں جھیل کر بھی اُن کو راہِ راست پر لانے میں کامیاب نہ ہوئے تو خدا سے فریاد کی کہ اب اِن اشقیاء کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے۔ کیونکہ بظاہر یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنیوالے نہیں۔ اوروں کو بھی خراب کرینگے۔

ف۶ یہ قصہ پہلے سورۂ "ہود" وغیرہ میں گذر چکا ہے وہاں ان الفاظ کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

ف۷ یعنی کافروں کو، خواہ تیرے کنبہ کے ہوں سوار مت کر۔

ف۸ یعنی حکم قطعی عذاب کا ہو چکا۔ یہ فیصلہ اٹل ہے، ضرور ہو کر رہیگا۔ اب ظالموں میں سے کسی کو بچانے کے لئے ہم سے سعی سفارش نہ کرنا۔

ف۹ یعنی ہم کو اُن سے علیحدہ کر کے عذاب سے مامون رکھ۔

خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ

بہتر اُتارنے والا ف۱ اس میں نشانیاں ہیں اور ہم ہیں جانچنے والے ف۲ پھر

اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

پیدا کی ہم نے اُن سے پیچھے ایک جماعت اور ف۳ پھر بھیجا ہم نے اُن میں ایک رسُول اُن میں کا ف۴

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ ع ۲ ۱۰

کہ بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا حاکم اس کے سوائے پھر کیا تم ڈرتے نہیں اور بولے

الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ

سردار اُس کی قوم کے جو کافر تھے اور جھٹلاتے تھے آخرت کی ملاقات کو

وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا

اور آرام دیا تھا اُن کو ہم نے دنیا کی زندگی میں ف۵ اور کچھ نہیں یہ ایک آدمی ہے جیسے تم، کھاتا ہے جس قسم کی

تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا

تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس قسم سے تم پیتے ہو ف۶ اور کہیں تم چلنے لگے کہنے پر ایک آدمی کے

مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ

اپنے برابر کے تو تم بیشک خراب ہوئے ف۷ کیا تم کو وعدہ دیتا ہے کہ جب تم مرجاؤ اور ہوجاؤ

تُرَابًا وَّعِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿۳۵﴾ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۶﴾

مٹی اور ہڈیاں تو تم کو نکلنا ہے کہاں ہوسکتا ہے کہاں ہوسکتا ہے جو تم سے وعدہ ہوتا ہے ف۸

اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۳۷﴾

اور کچھ نہیں یہی جینا ہے ہمارا دنیا کا مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو پھر اُٹھنا نہیں ف۹

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّمَا نَحْنُ لَهٗ

اور کچھ نہیں یہ ایک مرد ہے باندھ لایا ہے اللہ پر جھوٹ ف۱۰ اور اُس کو ہم نہیں

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۳۹﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ

ماننے والے بولا اے رب میری مدد کر کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ف۱۱ فرمایا اب تھوڑے دنوں میں

ف۱ یعنی کشتی میں اچھی آرام کی جگہ دے اور کشتی سے جہاں اتارے جائیں وہاں بھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ ہر طرح اور ہر جگہ تیری رحمت و برکت شامل حال رہے۔

ف۲ کہ کون ان نشانوں کو سُن کر عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے کون نہیں کرتا۔ کما قال تعالیٰ "وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ"۔ (قمر۔ رکوع ۱)

ف۳ یہ ذکر "عاد" کا ہے یا "ثمود" کا۔

ف۴ یعنی حضرت ہُود یا حضرت صالح علیہما السلام۔

ف۵ یعنی اس کے معتقد نہ تھے کہ مرنے کے بعد ایک دن خدا سے ملنا ہے۔ بس دنیا کی زندگی اور اُس کا عیش و آرام ہی اُن کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

ف۶ یعنی بظاہر کوئی بات اس میں تم سے سوا نہیں۔

ف۷ یعنی اس سے بڑی خرابی اور ذلّت کیا ہوگی کہ اپنے جیسے ایک معمولی آدمی کو خواہ مخواہ مخدوم و مطاع ٹھہرا لیا جائے۔

ف۸ یعنی کس قدر بعید از عقل بات کہتا ہے کہ ہڈیوں کے ریزے مٹی کے ذرات میں مل جانے کے بعد پھر قبروں سے آدمی بن کر اُٹھیں گے؟ ایسی مہمل بات ماننے کو کون تیار ہوگا۔

ف۹ یعنی کہاں کی آخرت، اور کہاں کا حساب کتاب۔ ہم تو جانیں یہ ہی ایک دنیا کا سلسلہ اور یہ ہی ایک مرنا اور جینا ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہتا ہے۔ کوئی پیدا ہوا کوئی فنا ہوگیا آگے کچھ نہیں۔

ف۱۰ کہ مَیں اُس کا پیغمبر ہوں اور وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ کرکے عذاب و ثواب دیگا۔ یہ دونوں دعوے ایسے ہیں جن کو ہم کبھی تسلیم نہیں کرسکتے۔ خواہ مخواہ جھگڑنے اور دردِ سری کرنے سے کیا فائدہ؟

ف۱۱ یعنی آخر پیغمبر نے کفار کی طرف سے ناامید ہوکر دُعا کی۔

ف١ یعنی عذاب آیا چاہتا ہے جس کے بعد پچتائیں گے "اور وہ پچتانا نفع نہ دیگا۔ ف٢ اس سے بظاہر مترشح ہوتا ہے کہ یہ قصہ "ثمود" کا ہے کہ وہ چنگھاڑ سے مرے ہیں۔ واللہ اعلم۔
ف٣ جیسے سیلاب خس وخاشاک کو بہالے جاتا ہے، اس طرح عذاب الٰہی کے سیل میں بہے چلے گئے۔ ف٤ یعنی خدا کی رحمت سے۔ ف٥ یعنی ہر ایک قوم جس نے پیغمبروں کی تکذیب کی ٹھیک اپنے اپنے وعدہ پر ہلاک کی جاتی رہی، جو میعاد کسی قوم کی تھی ایک منٹ اُس سے آگے پیچھے نہ ہوئی۔ ف٦ یعنی رسولوں کا تانتا باندھ دیا یکے بعد دیگرے

لَيُصْبِحُنَّ نٰدِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ
صبح کو رہ جائینگے پچتاتے ف١ پھر پکڑا اُن کو چنگھاڑ نے تحقیق ف٢ پھر کردیا ہمنے اُنکو
غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا
کوڑا ف٣ سو دُور ہو جائیں گنہگار لوگ ف٤ پھر پیدا کیں ہم نے اُن سے پیچھے جماعتیں
اٰخَرِيْنَ ﴿٤٢﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ ثُمَّ
اور نہ آگے جائے کوئی قوم اپنے وعدہ سے اور نہ پیچھے رہے ف٥ پھر
اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا
بھیجتے رہے ہم اپنے رسول لگاتار جہاں پہنچا کسی اُمت کے پاس اُن کا رسول اُسکو جھٹلا دیا پھر چلاتے گئے ہم
بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٤٤﴾
ایک کے پیچھے دوسرے اور کر ڈالا اُن کو کہانیاں ف٦ سو دُور ہو جائیں جو لوگ نہیں مانتے ف٧
ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوْنَ ۥ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٥﴾ اِلٰى
پھر بھیجا ہم نے موسیٰ اور اُس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں دے کر اور کھلی سند
فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهٖ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَقَالُوْٓا
فرعون اور اُسکے سرداروں کے پاس، پھر لگے بڑائی کرنے اور وہ لوگ زور پر چڑھ رہے تھے ف٨ سو بولے
اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَكَذَّبُوْهُمَا
کیا ہم مانیں گے اپنی برابر کے دو آدمیوں کو اور اُن کی قوم ہمارے تابعدار ہیں ف٩ پھر جھٹلایا ان دونوں کو
فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ﴿٤٨﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ
پھر ہوگئے غارت ہونیوالوں میں اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب تاکہ وہ
يَهْتَدُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى
راہ پائیں ف١٠ اور بنایا ہم نے مریم کے بیٹے اور اُس کی ماں کو ایک نشانی ف١١ اور اُنکو ٹھکانا دیا
رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ﴿٥٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ
ایک ٹیلہ پر جہاں ٹھہرنے کا موقع تھا اور پانی نتھرا ف١٢ اے رسولو کھاؤ ستھری چیزیں

پیغمبر بھیجتے رہے اور مکذبین بھی ایک کو دوسرے کے پیچھے چلتا کرتے رہے۔ اِدھر پیغمبروں کی بعثت کا اور اُدھر ہلاک ہونے والوں کا نمبر لگادیا۔ چنانچہ بہت قومیں ایسی تباہ و برباد کردی گئیں جن کے قصے کہانیوں کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ آج اُن کی داستانیں محض عبرت کے لیے پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔

ف٧ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔

ف٨ اس لیے خدائی پیغام کو خاطر میں نہ لائے۔ کبر و غرور کے نشہ نے اُن کے دماغوں کو بالکل مختل کر رکھا تھا۔

ف٩ یعنی موسیٰؑ و ہارونؑ کی قوم (بنی اسرائیل) تو ہماری غلامی کر رہی ہے اُن میں کے دو آدمیوں کو ہم اپنا سردار کس طرح بنا سکتے ہیں۔

ف١٠ یعنی فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے اُن کو تورات شریف مرحمت کی تا لوگ اُس پر چل کر جنت اور رضائے الٰہی کی منزل تک پہنچ سکیں۔

ف١١ یعنی قدرت الٰہیہ کی نشانی ہے کہ تنہا ماں سے بدون باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کردیا۔ جیسا کہ "آل عمران" اور سورۂ "مریم" میں اس کی تقریر کی جاچکی۔

ف١٢ شاید یہ وہی ٹیلہ یا اونچی زمین ہو جہاں وضع حمل کے وقت حضرت مریم تشریف رکھتی تھیں۔ چنانچہ سورۂ مریم کی آیات "فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا" دلالت کرتی ہیں کہ وہ جگہ بلند تھی۔ نیچے چشمہ یا نہر بہہ رہی تھی۔ اور کھجور کا درخت نزدیک تھا۔ (کذا فسرہ ابن کثیر رحمہ اللہ) لیکن عموماً مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے بچپن کا واقعہ ہے۔ ایک ظالم بادشاہ ہیرودس نامی نجومیوں سے سُن کر کہ حضرت عیسیٰ کو سرداری ملیگی، لڑکپن ہی میں اُن کا دشمن ہوگیا تھا اور قتل کے درپے تھا۔ حضرت مریم الہام ربانی سے اُن کو لے کر مصر چلی گئیں اور اُس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام واپس چلی آئیں۔ چنانچہ "انجیل متی" میں بھی یہ واقعہ مذکور ہے اور مصر کا اونچا ہونا باعتبار رودِ نیل کے ہے ورنہ غرق ہوجاتا اور "ماءِ معین" رودِ نیل ہے بعض نے "ربوہ" (اونچی جگہ) سے مراد شام یا فلسطین لیا ہے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ جس ٹیلہ پر ولادت کے وقت موجود تھیں وہیں اس خطرہ کے وقت بھی پناہ دی گئی ہو۔ واللہ اعلم۔ بہرحال اہل اسلام میں کسی نے "ربوہ" سے مراد کشمیر نہیں لیا۔ نہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بتلائی۔ البتہ ہمارے زمانہ کے بعض زائغین نے "ربوہ" سے کشمیر مراد لیا ہے اور وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتلائی ہے جس کا کوئی ثبوت تاریخی حیثیت سے نہیں محض کذب و دروغبافی ہے۔ محلہ "خان یار" شہر سری نگر میں جو قبر "یوز آسف" کے نام سے مشہور ہے اور جس کی بابت "تاریخ اعظمی" کے مصنف نے محض عام افواہ نقل کی ہے کہ "لوگ اُس کو کسی نبی کی قبر بتلاتے ہیں وہ کوئی شہزادہ تھا اور دوسرے ملک سے یہاں آیا" اُس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتانا پرلے درجہ کی بیحیائی اور سفاہت ہے۔ ایسی اٹکل پچو قیاس آرائیوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کو باطل ٹھہرانا بجز خبط اور جنون کے کچھ نہیں اگر اس قبر کی تحقیق مطلوب ہو اور یہ کہ "یوز آسف" کون تھا تو جناب منشی حبیب اللہ صاحب امرتسری کا رسالہ دیکھو جو خاص اسی موضوع پر نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھا گیا ہے۔ اور جس میں اس مہمل خیال کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

ف۱ یعنی سب پیغمبروں کے دین میں یہ ہی ایک حکم رہا کہ حلال کھانا حلال راہ سے کما کر۔ اور نیک کام کرنا۔ نیک کام سب خلق جانتی ہے۔ چنانچہ تمام پیغمبر نہایت مضبوطی اور استقامت کے ساتھ اکل حلال صدق مقال اور نیک اعمال پر مواظبت اور اپنی اُمتوں کو اسی کی تاکید کرتے رہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ اسی طرح کا حکم جو یہاں رسُولوں کو ہوا، عامۂ مومنین کو دیا گیا ہے۔ اس میں نصاریٰ کی رہبانیت کا بھی رد ہوگیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا کھانا پینا، پہننا حرام کا ہو، اُسے اپنی دعا کے قبول ہونے کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ اور بعض احادیث میں ہے کہ جو گوشت حرام سے اُگا ہو، دوزخ کی آگ اُس کی زیادہ حقدار ہے۔ العیاذ باللہ۔ ف۲ یعنی حلال کھانے اور نیک کام کرنے والوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے تمام کھلے چھپے احوال و افعال سے باخبر ہے۔ اُسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کریگا۔ یہ رسولوں کو خطاب کر کے اُمتوں کو سُنایا۔
ف۳ یعنی اُصُول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین و ملت ایک اور سب کا خُدا بھی ایک ہے جس کی نافرمانی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے لیکن لوگوں نے پھُوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کردیا اور جُدی جُدی راہیں نکال لیں۔ اس طرح آراء و اہواء کا اتباع کر کے سینکڑوں فرقے اور مذہب بن گئے۔ یہ تفرق انبیاء نے نہیں سکھلائی۔ اُن کے یہاں ازمنہ و امکنہ وغیرہ کے اختلاف سے

وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ ۵۱ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ
اور کام کرو بھلا ف۱ جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں ف۲ اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے
اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ ۵۲ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ
سب ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب سو مجھ سے ڈرتے رہو پھر پھوٹ ڈال کر کرلیا اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ف۳
كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ ۵۳ فَذَرْهُمْ فِيْ غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۝ ۵۴
ہر فرقہ جو اُن کے پاس ہے اُس پر ریجھ رہے ہیں ف۴ سو چھوڑ دے اُنکو اُنکی بیہوشی میں ڈوبے ایک وقت تک ف۵
اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ ۵۵ نُسَارِعُ لَهُمْ
کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ جو ہم اُن کو دیے جاتے ہیں مال اور اولاد ، سو دوڑ دوڑ کر پہنچا رہے ہیں ہم اُنکو
فِي الْخَيْرٰتِ ۭ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ ۵۶ اِنَّ الَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ
بھلائیاں ف۶ یہ بات نہیں وہ سمجھتے نہیں ف۷ البتہ جو لوگ اپنے رب کے خوف سے اندیشہ
مُّشْفِقُوْنَ ۝ ۵۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ۝ ۵۸ وَالَّذِيْنَ
رکھتے ہیں ف۸ اور جو لوگ اپنے رب کی باتوں پر یقین کرتے ہیں ف۹ اور جو
هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ۝ ۵۹ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ
لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے ف۱۰ اور جو لوگ کہ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور اُنکے دل
وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ ۶۰ اُولٰۗىِٕكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي
ڈر رہے ہیں اس لئے کہ اُنکو اپنے رب کی طرف لَوٹ کر جانا ہے ف۱۱ وہ لوگ دوڑ دوڑ کر لیتے ہیں
الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ۝ ۶۱ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا
بھلائیاں اور وہ اُن پر پہنچے سب سے آگے ف۱۲ اور ہم کسی پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اُسکی گنجائش کے موافق
وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ ۶۲ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ
اور ہمارے پاس لکھا ہوا ہے جو بولتا ہے سچ اور اُن پر ظلم نہ ہوگا ف۱۳ کوئی نہیں اُنکے دل
غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ۝ ۶۳
بیہوش ہیں اس طرف سے اور اُن کو اور کام لگ رہے ہیں اِسکے سوائے کہ وہ اُن کو کر رہے ہیں ف۱۴

صرف فروعی اختلاف تھا۔ اصُول دین میں سب بالکلیہ متفق رہے ہیں۔ عموماً مفسّرین نے آیت کی تقریر اسی طرح کی ہے لیکن حضرت شاہ صاحب رح لکھتے ہیں کہ "ہر پیغمبر کے ہاتھ اللہ تعالیٰ نے جو اُس وقت کے لوگوں میں بگاڑ تھا، اُس کا سنوار فرمایا۔ پیچھے لوگوں نے جانا اُنکا حکم جُدا جُدا ہے۔ آخر ہمارے پیغمبر کی معرفت سب بگاڑ کا سنوار (اور سب خرابیوں کا علاج) اکٹھا بتادیا اب سب دین مل کر ایک دین ہوگیا۔" اور سب قومیں ایک جھنڈے تلے جمع کر دی گئیں۔
ف۴ یعنی سمجھتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہماری ہی راہ سیدھی ہے۔
ف۵ یعنی جن لوگوں نے انبیاء کی متفقہ ہدایات میں رخنے ڈال کر الگ الگ فرقے اور ٹولیاں قائم کر دیں ہر فرقہ اپنے ہی عقائد و خیالات پر دل جمائے بیٹھا ہے۔ کسی طرح اُس سے ہٹنا نہیں چاہتا، خواہ آپ کتنی ہی نصیحت فرمائیں تو آپ بھی اِن کے غم میں زیادہ نہ پڑیے بلکہ تھوڑی سی مہلت دیجئے کہ یہ اپنی غفلت وجہالت کے نشہ میں ڈوبے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھڑی آپہنچے جب اُن کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں یعنی موت یا عذاب الٰہی ان کے سروں پر منڈلانے لگے۔
ف۶ یہ ہی خیال اُن کا تھا۔ چنانچہ کہتے تھے "نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ" (سبا۔ رکوع ۴) یعنی ہم اگر خدا کے ہاں مردود و مبغوض ہوتے تو یہ مال و دولت اور اولاد وغیرہ کی بہتات کیوں ہوتی۔
ف۷ یعنی سمجھتے نہیں کہ مال و اولاد کی یہ افراط اُنکی فضیلت و کرامت کی وجہ سے نہیں امہال و استدراج کی بناء پر ہے۔ جتنی ڈھیل دی جارہی ہے اُسی قدر اُن کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو رہا ہے۔ "سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ۚ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ" (اعراف۔ رکوع ۲۳)
ف۸ یعنی باوجود ایمان و احسان کے کفار و مغرورین کی طرح مکر اللہ سے مامون نہیں ہمہ وقت خوفِ خدا سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں کہ نہ معلوم دنیا میں جو انعامات ہو رہے ہیں استدراج تو نہیں۔ حسن بصری رح کا مقولہ ہے۔ "اِنَّ الْمُؤْمِنَ جَمَعَ اِحْسَانًا وَّشَفَقَةً وَاِنَّ الْمُنَافِقَ جَمَعَ اِسَاءَةً وَّاَمْنًا۔" (مومن نیکی کرتا اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کر کے بیفکر ہوتا ہے)
ف۹ یعنی آیات کونیہ و شرعیہ دونوں پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اُدھر سے پیش آئے عین حکمت اور جو خبر دی جائے بالکل حق اور جو حکم ملے وہ بہمہ وجوہ صواب و معقول ہے۔
ف۱۰ یعنی خالص ایمان و توحید پر قائم ہیں۔ ہر ایک عمل صدق و اخلاص سے ادا کرتے ہیں۔ شرک جلی یا خفی کا شائبہ بھی نہیں آنے دیتے۔
ف۱۱ یعنی کیا جانے وہاں قبول ہوا یا نہ ہوا، آگے کام آئے یا نہ آئے۔

اللہ کی راہ میں خرچ کر کے یہ کھٹکا لگا رہتا ہے۔ اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں۔ ف۱۲ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ کما قال تعالیٰ "فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ" (آل عمران۔ رکوع ۱۵) تو درحقیقت اصلی بھلائی اعمال صالحہ، اخلاق حمیدہ اور ملکات فاضلہ میں ہوئی نہ کہ اموال و اولاد میں، جیسے کفار کا گمان تھا۔
ف۱۳ یعنی اُوپر جو اعمال و خصال بیان کئے گئے کوئی ایسے مشکل کام نہیں جن کا اٹھانا انسانی طاقت سے باہر ہو۔ ہماری یہ عادت نہیں کہ لوگوں کو تکلیف مالایطاق دیجائے۔ یہ سب باتیں وہ ہیں جنکو اگر توجہ کرو تو بخوبی حاصل کر سکتے ہو۔ اور جو لوگ سابقین کاملین کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے انہیں بھی اپنی وسعت وہمت کے موافق پوری کوشش کرنی چاہئے کہ وہ الحسنی کے مکلف ہیں۔ ہمارے یہاں صحائف اعمال میں درجہ بدرجہ ہر ایک کے اعمال لکھے ہوئے موجود ہیں جو قیامت کے دن سب کے سامنے کھول کر رکھدیے جائینگے اور اُن ہی کے موافق جزا دیجائیگی جس میں رتی برابر ظلم نہ ہوگا نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی۔ نہ اجر کم کیا جائیگا، نہ بے وجہ بے قصور دوسرے کا بوجھ اُس پر ڈالا جائیگا۔ ف۱۴ یعنی آخرت کے حساب کتاب سے یہ لوگ غافل ہیں اور دنیا کے دوسرے دھندوں میں پڑے ہیں جن سے نکلنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی جو آخرت کی طرف توجہ کریں۔ یا یہ مطلب ہے کہ اُن کے دل شک و تردد اور غفلت و جہالت کی تاریک موجوں میں غرقاب ہیں۔ بڑا گناہ تو یہ ہوا، باقی اس کے سوا اور بہت سے گناہ ہیں جنکو وہ سمیٹ رہے ہیں۔ ایکدم کو اُن سے جُدا نہیں ہوتے، اور جُدا ابھی کیونکر ہوں، جو کام اُنکی سوء استعداد کی بدولت مقدر ہو چکے ہیں وہ کر کے رہینگے اور لامحالہ اُن کا خمیازہ بھی اُٹھانا پڑیگا۔

ف۱ یعنی جب دنیوی یا اُخروی عذاب میں پکڑے جائینگے تو چلّائیں گے اور شور مچائیں گے کہ ہمیں اس آفت سے بچاؤ۔ بھلا وہاں بچانے والا کون؟ حکم ہوگا کہ چلّاؤ نہیں، یہ سب چیخ پکار بیکار ہے۔ آج کوئی تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتا نہ ہمارے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ چنانچہ اس عذاب کا ایک نمونہ کفار مکہ کو بدر میں دکھلایا گیا جہاں اُنکے بڑے بڑے سردار مارے گئے یا قید ہوگئے۔ عورتیں مہینوں تک اُن کا نوحہ کرتی رہیں، سر کے بال کٹوا کر ماتم کئے گئے۔ روئے پیٹے، چیخے چلّائے، کچھ بن نہ پڑا۔ ایک مرتبہ جب حضورؐ نے مظالم سے تنگ آکر بددُعا فرمائی تو سات سال کا قحط مُسلّط ہوا مُردار کی ہڈیاں اور چمڑے کھانے اور خون پینے کی نوبت آگئی، آخر رحمۃٌ للعالمین سے رحم کا واسطہ دیکر دعا کی درخواست کی۔ تب اللہ تعالیٰ نے وہ عذاب اُٹھایا۔ اُس وقت نہ "لات ومنات" کام آئے نہ ہُبَل و نائلہ۔ ف۲ یعنی اب کیوں شور مچاتے ہو، وہ وقت یاد کرو جب خدا کے پیغمبر آیات پڑھ کر سناتے تھے تو تم اُلٹے پاؤں بھاگتے تھے، سُننا بھی گوارا نہ تھا۔ تمہاری شیخی اور تکبّر اجازت نہ دیتا تھا کہ حق کو قبول کرو اور پیغمبروں کی بات پر کان دھرو۔ ف۳ یعنی پیغمبر کی مجلس سے ایسے بھاگتے تھے گویا کسی فضول قصّہ گو کو چھوڑ کر چلے گئے یا سَامِرًا تَھْجُرُوْنَ کا مطلب یہ ہے کہ رات کے وقت حرم میں بیٹھ کر پیغمبر علیہ السلام اور قرآن کریم کی نسبت باتیں بناتے اور طرح طرح کے قصّے گھڑتے تھے، کوئی جادو کہتا تھا، کوئی شاعری کوئی کہانت، کوئی کچھ اور۔ اسی طرح کی بکواس اور بیہودہ ہذیان کیا کرتے تھے۔ آج اُس کا مزہ چکھو۔ چیخنے چلّانے سے کچھ حاصل نہیں۔

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْـَٔرُوْنَ ﴿٦٤﴾ؕ

یہاں تک کہ جب پکڑینگے ہم اُن کے آسودہ لوگوں کو آفت میں تبھی وہ لگیں گے چلّانے

لَا تَجْـَٔرُوا الْیَوْمَ۫ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی

مت چلّاؤ آج کے دن تم ہم سے چھوٹ نہ سکوگے ف۱ تم کو سنائی جاتی تھی میری

عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾ۙ مُسْتَكْبِرِیْنَ ۖۗ بِهٖ

آیتیں تو تم ایڑیوں پر اُلٹے بھاگتے تھے اُس سے تکبر کرکے ف۲ ایک

سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ یَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ یَاْتِ

قصّہ گو کو چھوڑ کر چلے گئے ف۳ سو کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا اس کلام میں ف۴ یا آئی ہے اُنکے پاس ایسی چیز جو نہ آئی

اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿٦٨﴾ؗ اَمْ لَمْ یَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ؗ

تھی اُنکے پہلے باپ دادوں کے پاس ف۵ یا پہچانا نہیں انہوں نے اپنے پیغام لانیوالے کو، سو وہ اُسکو اوپرا سمجھتے ہیں ف۶

اَمْ یَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ؕ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ وَ اَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ

یا کہتے ہیں اُس کو سودا ہے کوئی نہیں وہ تو لایا ہے اُنکے پاس سچی بات اور اُن بہتوں کو سچی بات بُری

كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَ لَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ

لگتی ہے ف۷ اور اگر سچا رب چلے اُن کی خوشی پر تو خراب ہوجائیں آسمان اور زمین

وَ مَنْ فِیْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَیْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ؕ

اور جو کوئی اُن میں ہے ف۸ کوئی نہیں ہمنے پہنچائی ہے اُنکو اُنکی نصیحت ف۹ سو وہ اپنی نصیحت کو دھیان نہیں کرتے ف۱۰

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیْرٌ ۖۗ وَّ هُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ﴿٧٢﴾ وَ

یا تو اُن سے مانگتا ہے کچھ محصول سو محصول تیرے رب کا بہتر ہے اور وہ ہے بہتر روزی دینے والا ف۱۱ اور

اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿٧٣﴾ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

تو تو بُلاتا ہے اُن کو سیدھی راہ پر اور جو لوگ نہیں مانتے

بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَ لَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَ كَشَفْنَا

آخرت کو راہ سے ٹیڑھے ہوگئے ہیں ف۱۲ اور اگر ہم اُن پر رحم کریں اور کھول دیں

ف۴ یعنی قرآن کی خوبیوں میں غور و فکر نہیں کرتے۔ ورنہ حقیقت حال منکشف ہوجاتی کہ بلاشبہ یہ کلام اللہ جل شانہٗ کا ہے جس میں اُن کی بیماریوں کا صحیح علاج بتلایا گیا ہے۔

ف۵ یعنی نصیحت کرنے والے ہمیشہ ہوتے رہے ہیں، پیغمبر ہوئے یا پیغمبر کے تابع ہوئے۔ آسمانی کتابیں بھی برابر اُترتی رہی ہیں۔ کبھی کہیں، کبھی کہیں۔ سو یہ کوئی انوکھی بات نہیں جس کا نمونہ پیشتر سے موجود نہ ہو۔ ہاں جو اکمل ترین و اشرف ترین کتاب اب آئی اس شان و مرتبہ کی پہلے نہ آئی تھی تو اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ اور زیادہ اس نعمت کی قدر کرتے اور آگے بڑھ کر اُس کی آواز پر لبیک کہتے۔ جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہی۔ (تنبیہ) شاید یہاں "آباء اولین" سے آباء ابعدین مُراد ہوں۔ اور سورۂ "یٰسٓ" میں جو آیا ہے "لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ" وہاں آباء اقربین کا ارادہ کیا گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

ف۶ یعنی کیا اِس لئے اعراض و تکذیب پر تلے ہوئے ہیں کہ اُن کو پیغمبر کے احوال سے آگاہی نہیں، حالانکہ سارا عرب جانتا ہے کہ آپ بچپن سے صادق و امین اور عفیف و پاکباز تھے۔ چنانچہ حضرت جعفر نے بادشاہ حبشہ کے سامنے، حضرت مغیرہ ابن شعبہ نے نائب کسریٰ کے آگے اور ابوسفیان نے بحالت کفر قیصر روم کے دربار میں اسی چیز کا اظہار کیا۔ پھر ایسے مشہور و معروف راستباز بندہ کی نسبت کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ (العیاذ باللہ) خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگے۔

ف۷ یعنی سودائیوں اور دیوانوں کی باتیں کہیں ایسی کھری اور سچی ہوتی ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بھی محض زبان سے کہتے تھے، دل اُن کا جانتا تھا کہ بیشک جو کچھ آپ لائے ہیں حق ہے۔ پر حق بات چونکہ اُنکی اغراض و خواہشات کے موافق نہ تھی۔ اس لئے بُری لگتی تھی اور قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوتے تھے۔

ف۸ یعنی سچی بات بُری لگتی ہے تو لگنے دو۔ سچائی اُن کی خوشی اور خواہش کے تابع نہیں ہوسکتی۔ اگر سچا خدا ان کی خوشی اور خواہش ہی پر چلا کرے تو وہ خدا ہی کہاں رہے۔ معاذ اللہ بندوں کے ہاتھ میں ایک کٹھ پتلی بنجائے۔ ایسی صورت میں زمین و آسمان کے یہ محکم انتظامات کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔ اگر ایک چھوٹے سے گاؤں کا انتظام محض لوگوں کی خواہشات کے تابع کر دیا جائے، وہ بھی چار دن قائم نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ زمین و آسمان کی حکومت۔ کیونکہ عام خواہشات نظام عقلی کے مزاحم اور باہمد گر بھی متناقض واقع ہوئی ہیں عقل و ہوی کی کشمکش اور اہوائے مختلفہ کی لڑائی میں سارے انتظامات درہم برہم ہوجائینگے۔ ف۹ جس کی وہ تمنا کیا کرتے تھے "لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ" (صافات۔ رکوع ۵) ف۱۰ جب آگئی اور ایسی آئی جس سے اُن کو قومی حیثیت سے عظیم الشان فخر و شرف حاصل ہوا، تو اب منہ پھیرتے ہیں اور ایسے اعلیٰ فضل و شرف کو ہاتھ سے گنوا رہے ہیں۔ ف۱۱ یعنی آپ دعوت و تبلیغ اور نصیحت و خیر خواہی کرکے اُن سے کسی معاوضہ کے بھی طلبگار نہیں۔ خدا تعالیٰ نے دارین کی جو دولت آپ کو مرحمت فرمائی ہے وہ اس معاوضہ سے کہیں بہتر ہے۔ ف۱۲ یعنی آپ کے صدق و امانت کا حال سب کو معلوم ہے جو کلام آپ لائے اُس کی خوبیاں اظہر من الشمس ہیں۔ معاذ اللہ آپ کو خلل دماغ نہیں، اُن سے کسی معاوضہ کے طالب نہیں، جس راستہ کی طرف آپ بُلاتے ہیں بالکل سیدھا اور صاف راستہ ہے جس کو ہر سیدھی عقل والا بسہولت سمجھ سکتا ہے کوئی ایچ پیچ نہیں ٹیڑھا ترچھا نہیں۔ ہاں اُس پر چلنا اُن ہی کا حصّہ ہے جو موت کے بعد دوسری زندگی مانتے ہوں اور اپنی بدانجامی سے ڈرتے ہوں، جسے انجام کا ڈر اور عاقبت کی فکر ہی نہیں وہ کب سیدھے راستہ پر چلیگا، یقیناً ٹیڑھا رہیگا۔ اور سیدھی سی بات کو بھی اپنی کجروی سے کج بنالیگا۔

مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ
جو تکلیف پہنچی اُن کو تو بھی برابر لگے رہینگے اپنی شرارت میں بہکے ہوئے ف۱ اور ہم نے پکڑا تھا اُن کو

بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا یَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۷۶﴾ حَتّٰۤی اِذَا فَتَحْنَا
آفت میں پھر نہ عاجزی کی اپنے رب کے آگے اور نہ گڑگڑائے ف۲ یہاں تک کہ جب کھولدیں ہم

عَلَیْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیْدٍ اِذَا هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۷﴾ ع ۴ وَهُوَ الَّذِیْۤ
اُن پر دروازہ ایک سخت آفت کا تب اُس میں اُنکی آس ٹوٹے گی ف۳ اور اُسی نے

اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَ
بنا دیئے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل تم بہت تھوڑا حق مانتے ہو ف۴ اور

هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَهُوَ الَّذِیْ
اُسی نے تم کو پھیلا رکھا ہے زمین میں اور اُسی کی طرف جمع ہو کر جاؤ گے ف۵ اور وہی ہے

یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ
جِلاتا اور مارتا اور اُسی کا کام ہے بدلنا رات اور دن کا سو کیا تم کو سمجھ نہیں ف۶ کوئی بات نہیں

قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْۤا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
یہ تو وہی کہہ رہے ہیں جیسا کہا کرتے تھے پہلے لوگ کہتے ہیں کیا جب ہم مرگئے اور ہوگئے مٹی اور ہڈیاں

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ
کیا ہم کو زندہ ہو کر اُٹھنا ہے وعدہ دیا جاتا ہے ہم کو اور ہمارے باپ دادوں کو یہی پہلے سے

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ
اور کچھ بھی نہیں یہ نقلیں ہیں پہلوں کی ف۷ تو کہہ کس کی ہے زمین اور جو کوئی

فِیْهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾
اُس میں ہے بتاؤ اگر تم جانتے ہو اب کہیں گے سب کچھ اللہ کا ہے تو کہہ پھر تم سوچتے نہیں ف۸

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ﴿۸۶﴾ سَیَقُوْلُوْنَ
تو کہہ کون ہے مالک ساتوں آسمان کا اور مالک اُس بڑے تخت کا اب بتائینگے

ف۱ یعنی تکلیف سے نکال کر آرام دیں۔ تب بھی احسان نہ مانیں اور شرارت و سرکشی سے باز نہ آئیں۔ حضرت کی دعاء سے ایک مرتبہ مکہ والوں پر قحط پڑا تھا، پھر حضرت ہی کی دعاء سے کھلا۔ شاید یہ اُسی کو فرمایا، یا یہ مطلب ہے کہ اگر ہم اپنی رحمت سے اُن کے نقصان کو دُور کردیں یعنی قرآن کی سمجھ دے دیں۔ تب بھی یہ لوگ اپنے ازلی خسران اور سوء استعداد کی وجہ سے اطاعت و انقیاد اختیار کرنے والے نہیں کما قال تعالیٰ وَلَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِیْهِمْ خَیْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ وَلَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (انفال۔ رکوع ۳)

ف۲ مثلاً قحط وغیرہ آفات مسلط ہوئیں۔ تب بھی عاجزی کرکے خدا کی بات نہ مانی۔

ف۳ اس سے یا تو آخرت کا عذاب مُراد ہے یا شاید وہ دروازہ لڑائیوں کا کھلا جس میں تھک کر عاجز ہوئے۔

ف۴ کانوں سے اس کی آیات تنزیلیہ کو سُنو اور آنکھوں سے آیات تکوینیہ کو دیکھو اور دلوں سے دونوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ان نعمتوں کا شکریہ تھا کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو اُن کے کام میں لاتے لیکن ایسا نہ ہوا۔ اکثر آدمیوں نے اکثر اوقات میں ان قوتوں کو بے جا خرچ کیا۔

ف۵ وہاں ہر ایک کو شکرگذاری اور ناشکری کا بدلہ مل جائیگا۔ اُس وقت کوئی شخص یا کوئی عمل غیر حاضر نہ ہوسکے گا۔ جس نے پھیلایا اُس کو سمیٹنا کیا مشکل ہے۔

ف۶ زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ، یا اندھیرے سے اُجالا اور اُجالے سے اندھیرا کردینا جس کے قبضہ میں ہے اُس کی قدرت عظیمہ کے سامنے کیا مشکل ہے کہ تم کو دوبارہ زندہ کردے اور آنکھوں کے آگے سے ظلمت جہل کے پردے اُٹھادے۔ جس کے بعد حقائق اشیاء ٹھیک ٹھیک منکشف ہوجائیں، جیسا کہ قیامت میں ہوگا۔ فَبَصَرُكَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ۔

ف۷ یعنی عقل و فہم کی بات کچھ نہیں محض پُرانے لوگوں کی اندھی تقلید کئے چلے جارہے ہیں، وہ ہی دقیانوسی شکوک پیش کرتے ہیں جو اِن کے پیشرو کیا کرتے تھے۔ یعنی مٹی میں مل کر اور ریزہ ریزہ ہو کر ہم کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ ایسی دور از عقل باتیں جو ہم کو سنائی جا رہی ہیں پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی کہی گئی تھیں لیکن ہم نے تو آج تک خاک کے ذرّوں اور ہڈیوں کے ریزوں کو آدمی بنتے نہ دیکھا۔ ہو نہ ہو یہ سب قصّے کہانیاں ہیں جو پہلے لوگ گھڑ گئے تھے۔ اور اب اُن ہی کی نقل کی جارہی ہے۔

ف۸ کہ جس کا قبضہ ساری زمین اور زمینی چیزوں پر ہے۔ کیا تمہاری مُشتِ خاک اُس کے قبضہ سے باہر ہوگی؟

لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ

اللہ کو تو کہہ پھر تم ڈرتے نہیں ف۱ تو کہہ کس کے ہاتھ میں ہے حکومت ہر چیز کی اور وہ

يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ

بچا لیتا ہے اور اُس سے کوئی بچا نہیں سکتا بتاؤ اگر تم جانتے ہو اب بتائینگے اللہ کو ف۲ تو کہہ

فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ

پھر کہاں سے تم پر جادو آپڑتا ہے ف۳ کوئی نہیں ہم نے اُن کو پہنچایا سچ اور وہ البتہ جھوٹے ہیں ف۴ اللہ نے

اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ

کوئی بیٹا نہیں کیا اور نہ اُس کے ساتھ کسی کا حکم چلے یوں ہوتا تو لے جاتا ہر حکم والا

بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾

اپنی بنائی چیز کو اور چڑھائی کرتا ایک پر ایک ف۵ اللہ نرالا ہے اُنکی بتلائی باتوں سے ف۶

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ قُلْ رَّبِّ اِمَّا

جاننے والا چھپے اور کھلے کا وہ بہت اوپر ہے اُس سے جسکو یہ شریک بتلاتے ہیں ف۷ تو کہہ اے رب اگر

تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

تو دکھانے لگے مجھ کو جو اُن سے وعدہ ہوا ہے تو اے رب مجھ کو نہ کریو ان گنہ گار لوگوں میں ف۸

وَاِنَّا عَلٰۤى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ﴿۹۵﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ

اور ہم کو قدرت ہے کہ تجھ کو دکھلا دیں جو اُن سے وعدہ کر دیا ہے بُری بات کے جواب میں وہ کہہ

اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ

جو بہتر ہے ہم خوب جانتے ہیں جو یہ بتاتے ہیں ف۹ اور کہہ اے رب میں تیری پناہ چاہتا

مِنْ هَمَزٰتِ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۹۷﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿۹۸﴾ حَتّٰۤى

ہوں شیطان کی چھیڑ سے ف۱۰ اور پناہ تیری چاہتا ہوں اے رب اس سے کہ میرے پاس آئیں ف۱۱ یہاں تک

اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ﴿۹۹﴾ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ

کہ جب پہنچے اُن میں کسی کو موت کہیگا اے رب مجھ کو پھر بھیجدو شاید کچھ میں بھلا کام

ع ۵

ف۱ کہ اتنا بڑا شہنشاہِ تمہاری ان گستاخیوں اور نافرمانیوں پر تم کو دھر گھسیٹے۔ کیا یہ انتہائی گستاخی نہیں کہ اُس شہنشاہِ مطلق کو ایک ذرۂ بے مقدار سے عاجز قرار دینے لگے۔ ف۲ یعنی ہر چیز پر اُسی کا اختیار چلتا ہے جس کو چاہے وہ پناہ دے سکتا ہے لیکن کوئی دوسرا اُس کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتا۔

ف۳ جس سے مسحور ہو کر تم ہوش و حواس کھو بیٹھتے ہو کہ ایسی موٹی باتیں بھی نہیں سمجھ سکتے جب تمام زمین و آسمان کا مالک وہ ہی ہوا اور ہر چیز اُسی کے زیرِ تصرّف و اقتدار ہوئی، تو آخر تمہارے بدن کی ہڈیاں اور ریزے اُس کے قبضۂ اقتدار سے نکل کر کہاں چلے جائینگے کہ اُن پر وہ قادرِ مطلق اپنی مشیت نافذ نہ کر سکے گا۔

ف۴ یعنی دلائل و شواہد سے ظاہر کر دیا گیا کہ جو کچھ اُن سے کہا جا رہا ہے مو بمو صحیح اور حق ہے اور وہ لوگ محض جھوٹے خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔

ف۵ یعنی زمین و آسمان اور ذرّہ ذرّہ کا تنہا مالک و مختار وہ ہی ہے نہ اُسے بیٹے کی ضرورت نہ مددگار کی، نہ اُس کی حکومت و فرمانروائی میں کوئی شریک جسے ایک ذرّہ کا مستقل اختیار ہو۔ ایسا ہوتا تو ہر ایک با اختیار حاکم اپنی رعایا کو لے کر علیحدہ ہو جاتا اور اپنی جمعیت فراہم کر کے دوسرے پر چڑھائی کر دیتا اور عالم کا یہ مضبوط و محکم نظام چند روز بھی قائم نہ رہ سکتا۔ سورۂ انبیاء کی آیت "لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا" کے فوائد میں اِس کی تقریر کی جا چکی ہے ملاحظہ کر لی جائے۔

ف۶ کیا خدا کی شان یہ ہوتی ہے کہ اُس کے آگے کوئی دم مار سکے یا ایک ذرّہ اُس کے حکم سے باہر ہو سکے۔

ف۷ یعنی جس کی قدرت عامّہ و تامّہ کا حال پہلے بیان ہو چکا اور علم محیط ایسا کہ کوئی ظاہر و باطن اور غیب و شہادت اُس سے پوشیدہ نہیں۔ اُس کی حکومت میں کیا وہ چیزیں شریک ہونگی جن کی قدرت اور علم وغیرہ سب صفات محدود و مستعار ہیں؟ استغفر اللہ۔

ف۸ یعنی حق تعالیٰ کی جناب میں ایسی گستاخی کی جاتی ہے تو یقیناً کوئی سخت آفت آ کر رہیگی۔ اس لئے ہر مومن کو ہدایت ہوئی کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر یہ دعا مانگے کہ جب ظالموں پر عذاب آئے تو الٰہی مجھ کو اُسکے ذیل میں شامل نہ کرنا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا "وَاِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَتَوَفَّنِیْ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ"۔ مطلب یہ ہے کہ خداوندا ہم کو ایمان و احسان کی راہ پر مستقیم رکھ۔ کوئی ایسی تقصیر نہ ہو کہ العیاذ باللہ تیرے عذاب کی لپیٹ میں آ جائیں۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ "وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً"۔ (انفال۔ رکوع ۳) یہاں حضورؐ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سُنانا ہے اور یہ قرآن کریم کی عام عادت ہے۔

ف۹ یعنی ہم کو قدرت ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے دنیا ہی میں ان کو سزا دے دیں لیکن آپ کے مقام بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مقتضٰی یہ ہے کہ اُن کی بُرائی کو بھلائی سے دفع کریں جہاں تک اس طرح دفع ہو سکتی ہو۔ اور اُن کی بیہودہ بکواس سے مشتعل نہ ہوں۔ اُس کو ہم خوب جانتے ہیں، وقت پر کافی سزا دی جائیگی۔ آپ کے اغماض اور نرم برتاؤ کا اثر یہ ہوگا کہ بہت سے لوگ گرویدہ ہو کر آپ کی طرف جُھکیں گے اور دعوت و اصلاح کا مقصود حاصل ہو گا۔

ف۱۰ پہلے شیاطین الانس کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ بتلایا تھا۔ لیکن شیاطین الجن اُس طریقہ سے متاثر نہیں ہو سکتے۔ کوئی تدبیر یا نرمی اُن کو رام نہیں کر سکتی۔ اُس کا علاج صرف استعاذہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جانا، تا وہ قادرِ مطلق اُن کی چھیڑ خانی اور شر سے محفوظ رکھے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ شیطان کی چھیڑ یہ ہے کہ دین کے سوال و جواب میں بے موقع غصّہ چڑھے اور لڑائی ہو پڑے۔ اسی پر فرمایا کہ بُرے کا جواب دے اُس سے بہتر۔ ف۱۱ یعنی کسی حال میں بھی شیطان کو میرے پاس نہ آنے دیجئے کہ مجھ پر وہ اپنا وار کر سکے۔

صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا ۖ وَمِن وَرَائِهِم
کرلوں اُس میں جو پیچھے چھوڑ آیا ف۱ ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے کہ وہی کہتا ہے ف۲ اور اُن کے پیچھے
بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝۱۰۰ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنسَابَ
پردہ ہے اُس دن تک کہ اُٹھائے جائیں ف۳ پھر جب پھونک ماریں صُور میں تو نہ قرابتیں ہیں
بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَاءَلُونَ ۝۱۰۱ فَمَن ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ
اُن میں اُس دن اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے ف۴ سو جسکی بھاری ہوئی تول تو وہی لوگ
هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝۱۰۲ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ
کام لے نکلے اور جس کی ہلکی نکلی تول سو وہی لوگ ہیں جو
خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ۝۱۰۳ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ
ہار بیٹھے اپنی جان دوزخ ہی میں رہا کریں گے جُھلس دے گی اُن کے منہ کو آگ
وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ۝۱۰۴ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا
اور وہ اُس میں بدشکل ہو رہے ہونگے ف۵ کیا تم کو سنائی نہ تھیں ہماری آیتیں پھر تم اُن کو
تُكَذِّبُونَ ۝۱۰۵ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا
جھٹلاتے تھے ف۶ بولے اے رب زور کیا ہم پر ہماری کم بختی نے اور رہے ہم لوگ
ضَالِّينَ ۝۱۰۶ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ۝۱۰۷ قَالَ
بہکے ہوئے اے ہمارے رب نکال لے ہمکو اس میں سے اگر ہم پھر کریں تو ہم گنہگار ف۷ فرمایا
اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۝۱۰۸ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي
پڑے رہو پھٹکارے ہوئے اس میں اور مجھ سے نہ بولو ف۸ ایک فرقہ تھا میرے بندوں میں
يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝۱۰۹
جو کہتے تھے اے رب ہمارے ہم یقین لائے، سو معاف کر ہم کو اور رحم کر ہم پر، اور تو سب رحم والوں سے بہتر ہے ف
فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ
پھر تم نے اُن کو ٹھٹھوں میں پکڑا یہاں تک کہ بھول گئے اُنکے پیچھے میری یاد اور تم اُن سے

ف۱ یعنی آپ ان کفار کی برائیوں کو بھلے طریقہ سے دفع کرتے رہئے۔ اور جو باتیں یہ بناتے ہیں اُن کو ہمارے حوالہ کیجئے یہاں تک کہ اِن میں سے بعض کی موت کا وقت آ پہنچے اور نزع کی حالت میں مبادی عذاب کا معائنہ کرکے پچھتاوا شروع ہو۔ اُس وقت تمنا کرینگے کہ اے پروردگار! قبر کی طرف لے جانے کے بجائے ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس کردو۔ تاگذشتہ زندگی میں جو تقصیرات ہم نے کی ہیں اب نیک عمل سے اُن کی تلافی کرسکیں۔ آیندہ ہم ایسی خطائیں ہرگز نہیں کرینگے۔ کماقال تعالیٰ۔ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ (منافقون۔ رکوع ۲)

ف۲ یعنی اجل آجانے کے بعد اس کام کیلئے ہرگز واپس نہیں کیا جاسکتا اور بالفرض واپس کردیا جائے تو ہرگز نیک کام نہ کرے گا۔ وہ ہی شرارتیں پھر سُوجھیں گی "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ" (انعام۔ رکوع ۳) یہ محض اُس کی بات ہے جو زبان سے بنا رہا ہے اور غلبۂ حسرت وندامت کی وجہ سے خاموش نہیں رہ سکتا وہ ہی اپنی طرف سے یہ بات کہتا ہے کہتا رہے، ہمارے یہاں شنوائی نہیں ہوگی۔

ف۳ یعنی ابھی کیا دیکھا ہے۔ موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے۔ جہاں پہنچکر دنیا والوں سے پردہ میں ہوجاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی۔ ہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے جس کا مزہ قیامت تک پڑا چکھتا رہیگا۔

ف۴ یعنی عالم برزخ کے بعد قیامت کی گھڑی ہے۔ دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد تمام خلائق کو ایک میدان میں لا کھڑا کرینگے۔ اُس وقت ہر ایک شخص اپنی فکر میں مشغول ہوگا۔ اولاد ماں باپ سے، بھائی بھائی سے اور میاں بیوی سے سروکار نہ رکھیگا۔ ایک دوسرے سے بیزار ہونگے۔ کوئی کسی کی بات نہ پوچھے گا۔ "يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ" (عبس۔ رکوع ۱) اس کے بعد دوسرے وقت ممکن ہے، بعض قرابتوں سے کچھ نفع پہنچ جائے کماقال تعالیٰ "وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ" (طور۔ رکوع ۱) (تنبیہ) بعض احادیث میں نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سارے نسب اور دامادی کے تعلقات منقطع ہوجائینگے (یعنی کام نہ دینگے) "اِلَّا نَسَبِيْ وَصِهْرِيْ" (بجز میرے نسب اور صہر کے) معلوم ہوا کہ حضورؐ کے تعلقات عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی حدیث کو سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے نکاح کیا، اور چالیس ہزار درہم مہر باندھا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "وہاں باپ بیٹا ایک دوسرے کے شامل نہیں، ہر ایک سے اُس کے عمل کا حساب ہے۔"

ف۵ جلتے جلتے بدن سُوج جائیگا، نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اُوپر کا پھُول کر کھوپری تک پہنچ جائیگا، اور زبان باہر نکل کر زمین میں لٹکتی ہوگی جسے دوزخی پاؤں سے روندیں گے (اللّٰہم احفظنا منہ ومن سائر انواع العذاب)

ف۶ یعنی اُس وقت اُن سے یوں کہیں گے۔ گویا جن باتوں کو دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے، اب آنکھوں سے دیکھ لو سچی تھیں یا جھوٹی؟

ف۷ یعنی اعتراف کرینگے کہ بیشک ہماری بدبختی نے دھکا دیا جو سیدھے راستہ سے بہک کر اس ابدی ہلاکت کے گڑھے میں آپڑے۔ اب ہم نے سب کچھ دیکھ لیا۔ از راہِ کرم ایک دفعہ ہم کو یہاں سے نکال دیجئے۔ پھر کبھی ایسا کریں تو گنہگار، جو سزا چاہے دیجئے گا۔

ف۸ یعنی بک بک مت کرو، جو کیا تھا اب اُس کی سزا بھگتو۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب کے بعد پھر فریاد منقطع ہوجائے گی۔ بجز زفیر وشہیق کے کچھ کلام نہ کرسکیں گے۔ العیاذ باللہ۔

تَضْحَكُوْنَ ﴿١١٠﴾ اِنِّیْ جَزَیْتُهُمُ الْیَوْمَ بِمَا صَبَرُوْۤا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿١١١﴾
ہنستے رہے ف١ میں نے آج دیا اُن کو بدلہ اُن کے صبر کرنے کا کہ وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے ف٢
قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ ﴿١١٢﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ
فرمایا تم کتنی دیر رہے زمین میں برسوں کی گنتی سے بولے ہم رہے ایک دن یا کچھ دن
یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ ﴿١١٣﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِیْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ
سے کم تو پوچھ لے گنتی والوں سے ف٣ فرمایا تم اُس میں بہت نہیں تھوڑا ہی رہے ہو اگر تم
تَعْلَمُوْنَ ﴿١١۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا
جانتے ہوتے ف۴ سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بنایا کھیلنے کو اور تم ہمارے پاس
لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿١١٥﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ
پھر کر نہ آؤ گے ف٥ سو بہت اوپر ہے اللہ وہ بادشاہ سچا کوئی حاکم نہیں اُسکے سوائے مالک
الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ﴿١١٦﴾ وَ مَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ
اُس عزت کے تخت کا ف٦ اور جو کوئی پکارے اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم جس کی سند نہیں
لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾
اُس کے پاس، سو اُس کا حساب ہے اُسکے رب کے نزدیک ف٧ بیشک بھلا نہ ہوگا منکروں کا
وَ قُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَ ارْحَمْ وَ اَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿١١٨﴾ ع
اور تو کہہ اے رب معاف کر اور رحم کر اور تو ہے بہتر سب رحم والوں سے ف٨

سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِیَّةٌ وَّهِیَ اَرْبَعٌ وَّسِتُّوْنَ اٰیَةً وَّتِسْعُ رُكُوْعَاتٍ
سورۂ نور مدینہ میں نازل ہوئی اور اُس کی چونسٹھ آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے
سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِیْهَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ
یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اُتاری اور ذمہ پر لازم کی اور اُتاریں اُس میں باتیں صاف تاکہ تم

ف١ یعنی دنیا میں مسلمان جب اپنے رب کے آگے دعاء و استغفار کرتے تو تم کو ہنسی سوجھتی تھی۔ اِس قدر ٹھٹھا کرتے اور اُن کی نیک خصلتوں کا اتنا مذاق اُڑاتے تھے کہ اُنکے پیچھے پڑ کر تم نے مجھے بھی یاد نہ رکھا، گویا تمہارے سر پر کوئی حاکم ہی نہ تھا جو کسی وقت اِن حرکتوں پر نوٹس لے اور ایسی سخت شرارتوں کی سزا دے سکے۔

ف٢ بیچارے مسلمانوں نے تمہاری زبانی اور عملی ایذاؤں پر صبر کیا تھا، آج دیکھتے ہو تمہارے بالمقابل اُن کو کیا پھل ملا۔ ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا جہاں وہ ہر طرح کامیاب اور ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہیں۔

ف٣ یعنی فرشتوں سے جنھوں نے ہر نیکی بدی گن رکھی ہے یہ بھی گِنا ہوگا "زمین میں رہنا"، یعنی قبر میں رہنا یا دنیا کی عمر، یہ بھی وہاں تھوڑی نظر آئیگی۔ یہ پوچھنا اس واسطے کہ دنیا میں عذاب کی شتابی کیا کرتے تھے، اب جانا کہ شتاب ہی آیا۔ کذا فی موضح القرآن

ف۴ یعنی واقعی دنیا کی عمر تھوڑی ہی تھی۔ لیکن اگر اس بات کو پیغمبروں کے کہنے سے دنیا میں سمجھ لیتے تو کبھی اس متاع فانی پر مغرور ہو کر انجام سے غافل نہ ہوتے اور وہ گستاخیاں اور شرارتیں نہ کرتے جن کا دنیا کی زائل و فانی لذتوں میں پڑ کر ارتکاب کیا۔

ف٥ یعنی دنیا میں تو نیکی بدی کا پورا نتیجہ نہیں ملتا۔ اگر اس زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہو تو گویا یہ سب کارخانہ محض کھیل تماشہ اور بے نتیجہ تھا۔ سو حق تعالیٰ کی جناب اس سے بہت بلند ہے۔ کہ اُس کی نسبت ایسا رکیک خیال کیا جائے۔

ف٦ جب وہ بالا و برتر، شہنشاہ، مالک علی الاطلاق ہے تو ہو نہیں سکتا کہ وفاداروں اور مجرموں کو یوں کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دے

ف٧ یعنی وہاں حساب ہو کر مقدار جرم کے موافق سزا دی جائے گی۔

ف٨ یعنی ہماری تقصیرات سے درگذر فرما اور اپنی رحمت سے دنیا و آخرت میں سرفراز کر۔ تیری رحمت بے نہایت کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں۔

"اَفَحَسِبْتُمْ" سے ختم سورۃ تک کی یہ آیتیں بہت بڑی فضیلت اور تاثیر رکھتی ہیں، جس کا ثبوت بعض احادیث سے ہوا ہے اور مشائخ نے تجربہ کیا ہے۔ چاہیئے کہ ان آیات کا وِرد رکھا جائے، خاتمہ پر وہ دُعا تبرکاً و تفاؤلاً نقل کرتا ہوں جو رسول کریم صلعم نے حضرت ابوبکر صدیق کو تلقین فرمائی کیونکہ اُس کے الفاظ اِن آیات کے مناسب ہیں۔ "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِیْرًا وَّ اِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّاۤ اَنْتَ فَاغْفِرْ لِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَ ارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ"

تم سورۃ المومنون بفضلہٖ و منّہٖ و حسن توفیقہ و نرجو منہ اکمال بقیۃ الفوائد

تَذَكَّرُوْنَ ۝۱ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا
یاد رکھو ف۱ بدکاری کرنے والی عورت اور مرد سو مارو ہر ایک کو دونوں میں سے

مِائَةَ جَلْدَةٍ ۖ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ
سَو سَو دُرّے ف۲ اور نہ آوے تم کو اُن پر ترس اللہ کے حکم چلانے میں اگر تم

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ
یقین رکھتے ہو اللہ پر اور پچھلے دن پر ف۳ اور دیکھیں اُن کا مارنا کچھ لوگ

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ
مسلمان ف۴ بدکار مرد نہیں نکاح کرتا مگر عورت بدکار سے یا شرک والی سے اور بدکار عورت سے

لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳
نکاح نہیں کرتا مگر بدکار مرد یا مشرک ف۵ اور یہ حرام ہوا ہے ایمان والوں پر ف۶

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ
اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں حفاظت والیوں کو پھر نہ لائے چار مرد شاہد ف۷

فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ
تو مارو اُن کو اَسّی دُرّے اور نہ مانو اُن کی کوئی گواہی کبھی ف۸ اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ
وہ ہی لوگ ہیں نافرمان ف۹ مگر جنہوں نے توبہ کرلی اس کے پیچھے اور

اَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ
سنور گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱۰ اور جو لوگ عیب لگائیں اپنی جوروؤں کو ف۱۱

وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۢ
اور شاہد نہ ہوں اُن کے پاس سوائے اُنکی جان کے تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار بار گواہی

بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۶ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ
دے اللہ کی قسم کھا کر کہ مقرر وہ شخص سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی پھٹکار ہو اُس شخص پر

ف۱ یہ سورۃ بعض نہایت ضروری احکام و حدود، امثال و مواعظ، حقائق توحید اور بہت ہی اہم تنبیہات و اصلاحات پر مشتمل ہے اس کا سب سے زیادہ ممتاز اور سبق آموز حصہ وہ ہے جس کا تعلق قصہ "افک" سے ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقین نے جو جھوٹی تہمت لگائی تھی اُس میں بعض سادہ دل اور مخلص مسلمانوں کے پائے استقامت کو بھی قدرے لغزش ہو گئی تھی۔ جس کا خطرناک اثر نہ صرف عائشہ صدیقہ کی پوزیشن پر پڑتا تھا، بلکہ ایک حیثیت سے خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ مجد و شرف تک پہنچتا تھا، اس لئے ضروری ہوا کہ قرآن کریم پورے اہتمام اور قوت سے ایسی خوفناک غلط کاری یا غلط فہمی کی اصلاح کرے اور ہمیشہ کے لئے ایمانداروں کے کان کھولدے کہ آئندہ کبھی دشمنوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر ایسی ٹھوکر نہ کھائیں پیغمبر علیہ السلام کا مرتبہ رفیع یا امہات المومنین کی پاک و محترم حیثیت ایسی نہیں جسکے سمجھنے اور یاد رکھنے میں کوئی مسلمان کسی وقت کبھی ذرا سا تساہل روا رکھے۔ شاید اسی لئے سورت کا آغاز ان الفاظ سے فرمایا "سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا" الخ تا مخاطبین سمجھ لیں کہ اس کے مضامین ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں اور بہت زیادہ محفوظ رکھنے اور لازم پکڑنے کے مستحق ہیں۔ اور جو صاف صاف نصیحتیں اور کھری کھری باتیں اس سورت میں بیان فرمائی گئی ہیں، اس لائق ہیں کہ ہر مسلمان اُن کو حرز جان بنائے اور یاد رکھے۔ ایک منٹ کے لئے اُس سے غفلت نہ کرے ورنہ دین و دنیا کی تباہی ہے۔

ف۲ یہ سزا اُس زانی اور زانیہ کی ہے جو آزاد، عاقل، بالغ ہو اور نکاح کئے ہوئے نہ ہو یا نکاح کرنے کے بعد ہمبستری نہ کر چکے ہوں اور جو آزاد نہ ہو اُسکے پچاس دُرّے لگتے ہیں، اُس کا حکم پانچویں پارہ کے اول رکوع کے ختم پر مذکور ہے۔ اور جو عاقل یا بالغ نہ ہو وہ مکلف ہی نہیں اور جس مسلمان میں تمام صفتیں موجود ہوں (حریت بلوغ، عقل، نکاح اور ہمبستری سے فراغ) ایسے شخص کو "محصن" کہتے ہیں۔ اُس کی سزا "رجم" (سنگسار کرنا) ہے جیسا کہ سورۂ مائدہ میں "تورات" کے حوالہ سے فرمایا "وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ" الخ اور وہ حکم اللہ رجم تھا جیسا کہ وہاں کے فوائد میں گذر چکا۔ چنانچہ نبی کریم نے اسی کے موافق فیصلہ کیا اور فرمایا "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَوَّلُ مَنْ اَحْيَا اَمْرَكَ اِذْ اَمَاتُوْهُ" (خدایا! میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا جبکہ وہ اُسے مٹا چکے تھے) پھر نہ صرف اُن یہود کو بلکہ جس قدر واقعات اس قسم کے پیش آئے اُن سب میں زانی محصن کو آپ نے یہ ہی رجم کی سزا دی اور آپ کے بعد صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل برابر اسی قانون رجم پر رہا۔ بلکہ اہل السنت والجماعت میں کسی ایک شخص نے بھی اس سے اختلاف کی جرأت نہ کی۔ گویا سنت متواترہ اور اجماع اہل حق نے بتلا دیا کہ اس مسئلہ میں شریعت محمدیہ نے تورات کے حکم کو باقی رکھا ہے جیسا کہ قتل عمد کی سزا قتل ہونا قرآن کریم نے بحوالۂ تورات بیان فرمایا تھا "وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ" الخ اور مرتدین کے قتل کا بنی اسرائیل کو حکم دینا سورۂ "بقرہ" میں بیان کیا گیا "فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" پھر ان ہی احکام کو اُمت محمدیہ کے حق میں بھی قائم رکھا گیا۔ شاید رجم محصن اور مسئلہ قصاص کو نقل کرنے کے بعد جو بڑی شدت و تاکید سے ترک حکم بما انزل اللہ کی برائی بیان فرمائی اور آخر میں ارشاد ہوا "وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ الخ" اس سے یہ ہی غرض ہو کہ تورات کے یہ احکام اب قرآن کے زیر حفاظت ہیں جن کے قائم رکھنے میں پیغمبر کو کسی کی اہواء و آراء کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔ چنانچہ نہ آپ نے پروا کی نہ آپ کے خلفاء نے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب رجم محصن کے متعلق یہ اندیشہ ہوا بلکہ مکشوف ہو گیا کہ آگے چل کر بعض زائغین اس کا انکار کرنے لگیں گے (چنانچہ خوارج نے اور ہمارے زمانہ کے ایک ممسوخ فرقہ نے کیا) تو آپ نے منبر پر چڑھ کر صحابہ و تابعین کی مجمع میں اس حکم خداوندی کا بہت شد و مد سے اعلان فرمایا اور اس میں قرآن کی ایک آیت کا حوالہ دیا جس میں رجم محصن کا صریح حکم تھا اور جس کی تلاوت گو بعد میں منسوخ ہو گئی مگر حکم برابر باقی رہا۔ (تنبیہ) کسی آیت کا محض منسوخ التلاوت ہونا اور حکم باقی رہنا ایک مستقل مسئلہ ہے جسکی تحقیق ان مختصر فوائد میں درج نہیں ہو سکتی۔ انشاء اللہ العزیز اگر مستقل تفسیر قرآن لکھنے کی نوبت آئی تو وہاں لکھا جائیگا۔

ف۳ یعنی اگر اللہ پر یقین رکھتے ہو تو اُس کے احکام و حدود جاری کرنے میں کچھ لیس و پیش نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ مجرم پر ترس کھا کر سزا بالکل روک لو یا اُس میں کمی کرنے لگو یا سزا دینے کی ایسی ہلکی اور غیر موثر طرز اختیار کرو کہ سزا سزا نہ رہے۔ خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ حکیم مطلق اور تم سے زیادہ اپنے بندوں پر مہربان ہے اُس کا کوئی حکم سخت ہو یا نرم مجموعۂ عالم کے حق میں حکمت و رحمت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ اگر تم اُس کے احکام و حدود کے اجراء میں کوتاہی کروگے تو آخرت کے دن تمہاری پکڑ ہو گی۔

ف۴ یعنی سزا تنہائی میں نہیں، مسلمانوں کے مجمع میں دینی چاہیئے کیونکہ اُس رسوائی میں سزا کی تکمیل و تشہیر اور دیکھنے سننے والوں کے لئے سامان عبرت ہے۔ اور شاید یہ بھی غرض ہو کہ دیکھنے والے مسلمان اُس کی حالت پر رحم کھا کر عفو و مغفرت کی دعا کرینگے۔ واللہ اعلم۔

ف۵ زنا کی سزا ذکر کرنے کے بعد اس فعل کی غایت شناعت بیان فرماتے ہیں۔ یعنی جو مرد یا عورت اس عادت شنیع میں مبتلا ہیں حقیقت میں وہ اس لائق نہیں رہتے کہ کسی عفیف مسلمان سے اُن کا تعلق ازدواج و ہمبستری قائم کیا جائے اُن کی پلید طبیعت اور میلان کے مناسب تو یہ ہے کہ ایسے ہی کسی بدکار و تباہ حال مرد و عورت سے یا اُن سے بھی بدتر کسی مشرک و مشرکہ سے اُن کا تعلق ہو۔ کما قال تعالیٰ۔ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ (باقی

بقیہ فوائد صفحہ ۴۶۶- وَالْخَبِيثُوْنَ لِلْخَبِيثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ (سورہ نور) کند ہمجنس باہمجنس پرواز. کبوتر باکبوتر باز با باز- اُن کی حرکت کا اصلی اقتضاء تو یہ ہی تھا- اب یہ جُدا گانہ امر ہے کہ حق تعالیٰ نے دوسری مصالح وحِکَم کی بنا پر کسی نام نہاد مسلمان کا مشرک ومشرکہ سے عقد جائز نہیں رکھا- یا مثلاً بدکار مرد کا پاکباز عورت سے نکاح ہو جائے تو بالکل باطل نہیں ٹھہرایا- (تنبیہ) آیت کی جو تقریر ہم نے کی وہ بالکل سہل اور بے تکلف ہے اس میں "لَا يَنْكِحُ" کے معنی وہ لئے گئے جو "اَلسُّلْطَانُ لَا يَكْذِبُ" وغیرہ محاورات میں لئے جاتے ہیں یعنی نفی لیاقت فعل کو نفی فعل کی حیثیت دیدی گئی- فافہم واستقم- **ف۶** یعنی زنا مومنین پر حرام ہے- ایک مومن مومن رہتے ہوئے یہ حرکت کیسے کریگا- حدیث میں ہے "لَا يَزْنِي الزَّانِي حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ"- یا یہ مطلب ہو کہ زانیہ سے نکاح کرنا اُن پاکباز مردوں پر حرام کر دیا گیا ہے جو صحیح اور حقیقی معنوں میں مومنین کہلانے کے مستحق ہیں یعنی تکوینی طور پر اُن کے پاک نفوس کو ایسی گندی جگہ کی طرف مائل ہونے سے روک دیا گیا ہے- اس وقت "حُرِّمَ" کے معنی وہ ہونگے جو "حَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ" میں، یا "حَرَامٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا" میں لئے گئے ہیں- واللہ اعلم-
ف۷ یعنی ایسی پاکدامن عورتوں کو زنا کی تہمت لگائیں جن کا بدکار ہونا کسی دلیل یا قرینہ شرعیہ سے ثابت نہیں- اُس کی سزا بیان فرماتے ہیں اور یہ ہی حکم پاکباز مردوں پر تہمت لگانے کا ہے۔

اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞۷ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ
اگر ہو وہ جھوٹا اور عورت سے ٹل جائے گی مار یوں کہ وہ گواہی دے
اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۞۸ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ
چار گواہی اللہ کی قسم کھا کر کہ مقرر وہ شخص جھوٹا ہے اور پانچویں یہ کہ
غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۞۹ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
اللہ کا غضب آئے اُس عورت پر اگر وہ شخص سچا ہے **ف۱** اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل
عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ۞۱۰ ع اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ
تمہارے اُوپر اور اُس کی رحمت اور یہ کہ اللہ معاف کرنیوالا ہے حکمتیں جاننے والا تو کیا کچھ نہ ہوتا **ف۲** جو لوگ لائے ہیں
بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ۭ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ۭ بَلْ هُوَ
یہ طوفان **ف۳** تمہیں میں ایک جماعت ہیں **ف۴** تم اُس کو نہ سمجھو بُرا اپنے حق میں بلکہ یہ
خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ
بہتر ہے تمہارے حق میں **ف۵** ہر آدمی کے لئے اُن میں سے وہ ہے جتنا اُس نے گناہ کمایا اور جس نے
تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞۱۱ لَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ
اُٹھایا ہے اُس کا بڑا بوجھ اُسکے واسطے بڑا عذاب ہے **ف۶** کیوں نہ جب تم نے اُس کو سنا تھا خیال
الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَاۤ اِفْكٌ
کیا ہوتا ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں نے اپنے لوگوں پر بھلا خیال اور کہا ہوتا یہ صریح
مُّبِيْنٌ ۞۱۲ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا
طوفان ہے **ف۷** کیوں نہ لائے وہ اس بات پر چار شاہد پھر جب نہ لائے
بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۞۱۳ وَلَوْلَا فَضْلُ
شاہد تو وہ لوگ اللہ کے یہاں وہی ہیں جھوٹے **ف۸** اور اگر نہ ہوتا اللہ کا
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَاۤ اَفَضْتُمْ
فضل تم پر اور اُسکی رحمت دنیا اور آخرت میں تو تم پر پڑتی اس چرچا کرنے میں

چونکہ یہ آیات ایک عورت کے قصّہ میں نازل ہوئیں اس لئے اُن ہی کا ذکر فرمایا- اگر چار گواہ پیش کر دیئے اور اُن کی شہادت بقاعدہ شریعت پوری اُتری تو مقذوف یا مقذوفہ پر حدِّ زنا جاری کی جائیگی-
ف۸ یہ سزا قاذف (تہمت لگانے والے) کی ہوئی کہ (مقذوف کے مطالبہ پر) اسّی دُرّے لگائے جائیں اور آیندہ ہمیشہ کے لئے (معاملات) میں مردود الشہادت قرار دیا جائے- حنفیہ کے نزدیک توبہ کے بعد بھی اُس کی شہادت معاملات میں قبول نہیں کی جاسکتی-
ف۹ اگر واقع میں جان بوجھ کر جھوٹی تہمت لگائی تھی تب تو اُن کا فاسق ونافرمان ہونا ظاہر ہے اور اگر واقعی سچ بیان کیا تھا لیکن جانتے تھے کہ چار گواہوں سے ہم اپنا دعویٰ ثابت نہیں کر سکینگے تو ایسی بات کا اظہار کرنے سے بجز ایک مسلمان کی آبرو ریزی اور پردہ دری کے کیا مقصود ہوا جو بجائے خود ایک مستقل گناہ ہے اور علماء نے اُس کو کبائر میں شمار کیا ہے۔
ف۱۰ یعنی توبہ اور اصلاح حال کے بعد اللہ کے نافرمان بندوں میں اُس کا شمار نہ رہیگا- گو پچھلے قذف کی سزا میں مردود الشہادت پھر بھی رہے- یہ ہی مذہب سلف میں سے قاضی شریح- ابراہیم نخعی، سعید بن جبیر، مکحول، عبدالرحمٰن بن زید بن جابر، حسن بصری محمد بن سیرین اور سعید بن المسیّب رحمہم اللہ کا ہے- کما فی الدر المنثور وابن کثیر-
ف۱۱ یعنی زنا کی تہمت لگائے یا اپنے بچہ کو کہے کہ یہ میرے نطفہ سے نہیں.
فوائد صفحہ ہٰذا- ف۱ یعنی جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اولاً اُس سے چار گواہ طلب کئے جائینگے، اگر پیش کر دے تو عورت پر حدِّ زنا جاری کر دیجائیگی- اگر گواہ نہ لا سکا تو اُس کو کہا جائیگا کہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے (یعنی جو تہمت اپنی بیوی پر لگائی ہے اُس میں جھوٹ نہیں بولا) گویا چار گواہوں کی جگہ خود اُس کی یہ چار حلفیہ شہادتیں ہوئیں اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہونگے کہ "اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو اُس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار"، اگر الفاظ مذکورہ بالا کہنے سے انکار کرے تو حبس کیا جائیگا اور حاکم اس کو مجبور کرے گا کہ یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے، تو حدِّ قذف لگے گی جو اوپر گذری- اور یا پانچ مرتبہ وہ ہی الفاظ کہے جو اُوپر مذکور ہوئے- اگر کہہ لئے تو پھر عورت سے کہا جائیگا کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ "یہ مرد تہمت لگانے میں جھوٹا ہے" اور پانچویں دفعہ یہ الفاظ کہے کہ "اللہ کا غضب آوے اُس عورت پر اگر یہ مرد اپنے دعوے میں سچا ہو" تاوقتیکہ عورت یہ الفاظ نہ کہے گی اُس کو قید میں رکھینگے اور مجبور کرینگے کہ یا صاف طور پر مرد کے دعوے کی تصدیق کرے تب تو حدِّ زنا اُس پر جاری ہوگی، اور یا بالفاظ مذکورہ بالا اس کی تکذیب کرے- اگر اُس نے بھی مرد کی طرح یہ الفاظ کہہ دیے اور "لِعان" سے فراغت ہوئی تو اُس عورت سے صحبت اور دواعی صحبت سب حرام ہو گئے- پھر اگر مرد نے اُس کو طلاق دے دی فبہا ورنہ قاضی اُن میں تفریق کر دے- گو دونوں رضامند نہ ہوں یعنی زبان سے کہدے کہ میں نے ان میں تفریق کی- اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی- (تنبیہ) زوجین سے اس طرح الفاظ کہلوانے کو شریعت میں "لِعان" کہتے ہیں اور لعان صرف قذف ازواج کے ساتھ مخصوص ہے عام محصنات کے قذف کا وہ ہی حکم ہے جو اُوپر کی آیات میں مذکور ہو چکا- **ف۲** یعنی اگر یہ حکم لعان مشروع نہ ہوتا تو قذف کے عام قاعدہ کے موافق زوج پر حدِّ قذف آتی اور یا ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا- کیونکہ ممکن ہے وہ سچا ہو- بخلاف غیر شوہر کے کہ وہ اظہار میں مضطر نہیں، اس لئے اُسکے قانون میں اِن امور کی رعایت ضرور نہیں- دوسری طرف اگر محض خاوند کے قسمیں کھانے پر زنا کا ثبوت ہو جایا کرتا تو عورت کی سخت مصیبت تھی، حالانکہ ممکن ہے وہ ہی سچی ہو- اسی طرح اگر عورت کو قسمیں کھانے پر یقیناً بری سمجھ لیا جاتا تو مرد پر حدِّ قذف واجب ہو جاتی باوجودیکہ اُسکے صادق ہونے کا بھی مساوی احتمال موجود ہے پس ایسے طور پر لعان کا مشروع کرنا کہ سب کی رعایت رہے یہ اثر ہے حق تعالیٰ کے فضل ورحمت اور حکمت کا، کیونکہ فریقین میں سے جو سچا ہو وہ بے محل سزا سے بچ گیا- اور جھوٹے کی دنیا میں پردہ پوشی کر کے مہلت دیگئی کہ شاید توبہ کر لے- پھر اسکی توبہ کا قبول کر لینا یہ اثر صفت توابیت کا ہوا- **ف۳** یہاں سے اُس طوفان کا ذکر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ

بقیہ فوائد صفحہ ۴۶۷- پر اُٹھایا گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلعم ۶ھ میں غزوہ بنی المصطلق سے واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے، حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ہمراہ تھیں، اُن کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا، وہ ہودہ میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں۔ جمّال ہودے کو اُونٹ پر باندھ دیتے۔ ایک منزل پر قافلہ ٹھہرا ہوا تھا، کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ جس کے لئے قافلہ سے علیحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں، وہاں اتفاق سے اُن کا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ اُس کی تلاش میں دیر لگ گئی، یہاں پیچھے کوچ ہو گیا۔ جمّال حسبِ عادت اُونٹ پر ہودہ باندھنے آئے، اور اُس کے پردے پڑے رہنے سے گمان کیا کہ حضرت عائشہؓ اُس میں تشریف رکھتی ہیں۔ اُٹھاتے وقت بھی شبہ نہ ہوا۔ کیونکہ اُن کی عمر تھوڑی تھی اور بدن بہت ہلکا پھلکا تھا۔ غرض جمّالوں نے ہودہ باندھ کر اُونٹ کو چلتا کر دیا۔ حضرت عائشہؓ واپس آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا۔ نہایت استقلال سے انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہاں سے اب جانا خلاف مصلحت ہے۔ جب آگے جا کر میں نہ ملوں گی تو یہیں تلاش کرنے آئیں گے۔ آخر وہیں قیام کیا، رات کا وقت تھا، نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ گئیں۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ گرے پڑے کی خبر گیری کی غرض سے قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ سے رہا کرتے تھے، وہ اس موقع پر صبح کے وقت پہنچے۔ دیکھا کوئی آدمی پڑا سوتا ہے۔ قریب آ کر پہچانا کہ حضرت عائشہ ہیں (کیونکہ پردہ کا حکم آنے سے پہلے اُنہوں نے اُن کو دیکھا تھا) دیکھ کر گھبرا گئے اور "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ"۔ پڑھا۔ جس سے اُن کی آنکھ کھل گئی فوراً چہرہ چادر سے ڈھانک لیا۔ حضرت صفوانؓ نے اُونٹ اُن کے قریب لا کر بٹھلا دیا۔ یہ اُس پر پردہ کے ساتھ سوار ہو گئیں۔ انہوں نے اُونٹ کی نکیل پکڑ کر دوپہر کے وقت قافلہ سے جا ملایا۔ عبد اللہ بن اُبیّ بڑا خبیث، بد باطن، اور دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، اُسے ایک بات ہاتھ لگ گئی اور بدبخت نے واہی تباہی بکنا شروع کیا۔ اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی (مثلاً مردوں میں سے حضرت حسّان، حضرت مسطح، اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ بنت جحش) منافقین کے مغویانہ پراپیگنڈا سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوسناک تذکرے کرنے لگے۔ عموماً مسلمانوں کو اور خود جناب رسُول کریم صلعم کو اس قسم کے واہیات تذکروں اور شہرتوں سے سخت صدمہ تھا۔ ایک مہینہ تک یہ ہی چرچا رہا۔ حضورؐ سنتے اور بغیر تحقیق کچھ نہ کہتے، مگر دل میں خفا رہتے۔ ایک ماہ بعد اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس شہرت کی اطلاع ہوئی شدتِ غم سے بیتاب ہو گئیں اور بیمار پڑ گئیں۔ شب و روز روتی تھیں۔ ایک منٹ کے لئے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اسی دوران میں بہت سے واقعات پیش آئے اور گفتگوئیں ہوئیں جو صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہیں اور پڑھنے کے قابل ہیں۔ آخر حضرت صدیقہ کی برارت میں خود حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۂ "نور"، کی یہ آیتیں "اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ الخ"، سے دُور تک نازل فرمائیں جس پر عائشہ صدیقہؓ فخر کیا کرتی تھیں اور بلاشبہ جتنا فخر کریں تھوڑا تھا۔

ف۴ یعنی طوفان اُٹھانے والے خیر سے وہ لوگ ہیں جو جھوٹ یا سچ اسلام کا نام لینے اور اپنے کو مسلمان بتلاتے ہیں۔ اُن میں سے چند آدمیوں نے مل کر یہ سازش کی اور کچھ لوگ نادانستہ اُن کی عیارانہ سازش کا شکار ہو گئے۔ تاہم خدا کا احسان ہے کہ جمہور مسلمان اُن کے جال میں نہیں پھنسے۔

ف۵ یہ خطاب اُن مسلمانوں کی تسلّی کے لئے ہے جنہیں اس واقعہ سے صدمہ پہنچا تھا بالخصوص عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اُن کا گھرانا کہ ظاہر ہے وہ سخت غمزدہ اور پریشان تھے یعنی گو بظاہر یہ چرچا بہت مکروہ، رنجدہ اور ناخوشگوار تھا لیکن فی الحقیقت تمہارے لیے اسکی تہ میں بڑی بہتری چھپی ہوئی تھی۔ آخر اتنی مُدّت تک ایسے جگر خراش حملوں اور ایذاؤں پر صبر کرنا کیا خالی جا سکتا ہے۔ کیا یہ شرف تھوڑا ہے کہ خود حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں تمہاری نزاہت و برارت اُتاری۔ اور دشمنوں کو رسوا کیا اور قیامت تک کے لئے تمہارا ذکر خیر قرآن پڑھنے والوں کی زبان پر جاری کر دیا۔ اور مسلمانوں کو پیغمبر علیہ السلام کی ازواج و اہل بیت کا حق پہچاننے کے لئے ایسا سبق دیا جو کبھی فراموش نہ ہو سکے فللّٰہ الحمد علیٰ ذٰلک۔

ف۶ یعنی جس شخص نے اس فتنہ میں جس قدر حصّہ لیا اُسی قدر گناہ سمیٹا اور سزا کا مستحق ہوا۔ مثلاً بعض خوش ہو کر اور خوب مزے لے کر ان واہیات باتوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ بعض اظہار افسوس کے طرز میں بعض چھیڑ کر مجلس میں چرچا اُٹھا دیتے اور آپ خود چپکے سُنا کرتے۔ بعض سُن کر تردّد میں پڑ جاتے، بہت سے خاموش رہتے اور بہت سے سُن کر جھٹلا دیتے۔ اِن پچھلوں کو پسند فرمایا اور سب کو درجہ بدرجہ کم و بیش الزام دیا۔ اور بڑا بوجھ اٹھانیوالا منافقوں کا سردار عبد اللہ بن اُبیّ تھا جیسا کہ روایات کثیرہ میں تصریح ہے۔ یہ ہی خبیث لوگوں کو جمع کرتا اور اُبھارتا اور نہایت چالاکی سے خود دامن بچا کر دوسروں سے اسکی اشاعت کرایا کرتا تھا۔ اُس کے لئے آخرت میں بڑا عذاب تو ہے ہی، دنیا میں بھی ملعون خوب ذلیل و رسوا ہوا اور قیامت تک اسی ذلت و خواری سے یاد کیا جائیگا۔

ف۷ مسلمان کو چاہیئے کہ اپنے مسلمان بھائی بہنوں کے ساتھ حُسنِ ظن رکھے۔ اور جب سُنے کہ لوگ ایک نیک شخص پر یوں ہی رجماً بالغیب بُری تہمتیں لگاتے ہیں تو اپنے دل میں ایسے خیالات کو راہ نہ دے بلکہ اُن کو جھٹلائے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی پیٹھ پیچھے بھائی مسلمان کی مدد کرے اللہ پیٹھ پیچھے اُس کی مدد کرے گا۔ بے تحقیق تہمتیں تراشنا ایمان سے بعید ہے۔ چاہیئے کہ آدمی خود اپنی آبرو پر دوسروں کی آبرو کو قیاس کر لے۔ جیسا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے قصّۂ "افک" میں کیا۔ ایک روز اُن کی بیوی نے کہا کہ لوگ عائشہ صدیقہؓ کی نسبت ایسا کہتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ جھوٹے ہیں۔ کیا ایسا کام تو کر سکتی ہے؟ بولی ہرگز نہیں۔ فرمایا پھر (صدیقؓ کی بیٹی اور نبیؐ کی بیوی) عائشہ صدیقہؓ تجھ سے کہیں بڑھ کر پاک صاف اور طاہر و مطہّر ہیں، اُن کی نسبت بے وجہ ایسا گمان کیوں کیا جائے۔

ف۸ یعنی اللہ کے حکم اور اُس کی شریعت کے موافق وہ لوگ جھوٹے قرار دیے گئے ہیں۔ جو کسی پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کر سکیں۔ اور بدون کافی ثبوت کے ایسی سنگین بات زبان سے بکتے پھریں۔

ف۱ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت کو پیغمبر کے طفیل دنیا کے عذابوں سے بچایا ہے۔ نہیں تو یہ بات قابل تھی عذاب کے۔ (موضح القرآن) نیز تم میں سے مخلصین کو توبہ کی توفیق دے کر خطا معاف کر دی ورنہ منافقین کی طرح وہ بھی قیامت کے دن عذاب عظیم میں گرفتار ہوتے۔ (العیاذ باللہ) ف۲ یعنی عذاب عظیم کے مستحق کیوں نہ ہوتے جبکہ تم ایسی بے تحقیق اور ظاہر البطلان بات کو ایک دوسرے کی طرف چلتا کر رہے تھے۔ اور زبان سے وہ اٹکل پچّو باتیں نکالتے تھے جنکی واقعیت کی نہیں کچھ بھی خبر نہ تھی۔ پھر طرفہ یہ ہے کہ ایسی سخت بات کو (یعنی کسی محصنہ خصوصاً پیغمبر علیہ السلام کی زوجۂ مطہرہ اور مومنین کی روحانی والدہ کو متہم کرنا) جو اللہ کے نزدیک بہت بڑا سنگین جرم ہے محض ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھنا، یہ اصل جرم سے بھی بڑھ کر جرم تھا۔

فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ
کوئی آفت بڑی ف۱ جب لینے لگے تم اس کو اپنی زبانوں پر اور بولنے لگے
بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ
اپنے منہ سے جس چیز کی تم کو خبر نہیں اور تم سمجھتے ہو اس کو ہلکی بات اور وہ
عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ
اللہ کے یہاں بہت بڑی ہے ف۲ اور کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا کہا ہوتا ہم کو نہیں لائق
اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ﴿١٦﴾ يَعِظُكُمُ
کہ منہ پر لائیں یہ بات اللہ تو پاک ہے یہ تو بڑا بہتان ہے ف۳ اللہ تم کو
اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ
سمجھاتا ہے کہ پھر نہ کرو ایسا کام کبھی اگر تم ایمان رکھتے ہو ف۴ اور کھولتا ہے
اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ
اللہ تمہارے واسطے پتے کی باتیں، اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا ہے ف۵ جو لوگ چاہتے ہیں
اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا
کہ چرچا ہو بدکاری کا ایمان والوں میں ف۶ ان کے لئے عذاب ہے دردناک دنیا
وَالْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ
اور آخرت میں ف۷ اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۸ اور اگر نہ ہوتا
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ
اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت، اور یہ کہ اللہ نرمی کرنے والا ہے مہربان تو کیا کچھ نہ ہوتا ف۹ اے ایمان والو
اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ
نہ چلو قدموں پر شیطان کے اور جو کوئی چلے گا قدموں پر
الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ
شیطان کے سو وہ تو یہی بتلائیگا بے حیائی اور بُری بات ف۱۰ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل

ف۳ یعنی اوّل تو حُسنِ ظن کا اقتضاء یہ تھا کہ دل میں کبھی یہ خیال نہ گذرنے پائے۔ جیسا کہ اوپر ارشاد ہوا لیکن اگر شیطانی اغواء سے فرض کیجئے کسی کے دل میں کوئی بُرا وسوسہ گذرے تو پھر یہ جائز نہیں کہ ایسی ناپاک بات زبان پر لائی جائے۔ چاہیئے کہ اُس وقت مومن اپنی حیثیت اور دیانت کو ملحوظ رکھے اور صاف کہہ دے کہ ایسی بے سروپا بات کا زبان سے نکالنا مجھ کو زیب نہیں دیتا۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ کس طرح لوگ ایسی نامعقول بات منہ سے نکالتے ہیں۔ بھلا جس پاکباز خاتون کو تو نے سید الانبیاء اور راس المتقین کی زوجیت کے لئے چُنا، کیا وہ (معاذ اللہ) خود بے آبرو ہو کر پیغمبر کی آبرو کو بٹہ لگائیگی (حاشا! ثم حاشا!) ہو نہ ہو دشمنوں نے ایک بے قصور پر بہتان باندھا ہے۔
ف۴ یعنی مومنین کو پوری طرح چوکس اور ہشیار رہنا چاہیئے۔ بدباطن منافقین کے چکموں میں کبھی نہ آئیں۔ ہمیشہ پیغمبر علیہ السلام اور آپکے اہل بیت کی عظمت شان کو ملحوظ رکھیں۔
ف۵ یعنی پتہ اس کا کہ یہ طوفان اُٹھایا کس نے معلوم ہوا کہ منافقین نے جو ہمیشہ چھپے دشمن تھے۔ اگلی آیت میں پتہ بتلادیا۔ (کذا فی الموضح) عموماً مفسّرین نے آیات سے مراد احکام، نصائح، حدود اور قبول توبہ وغیرہ کے مضامین لئے ہیں۔ اس وقت صفات علم و حکمت کے ذکر سے یہ غرض ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے مخلصین کی ندامت قلبی کا حال خوب جانتا ہے۔ اس لئے توبہ قبول کی اور چونکہ حکیم مطلق ہے اس لئے نہایت حکمت و دانائی کے ساتھ تمہاری سیاست کی گئی۔
ف۶ یعنی بدکاری پھیلے یا بدکاری کی خبریں پھیلیں۔ یہ چاہنے والے منافقین تھے لیکن اُن کا تذکرہ کر کے مومنین کو بھی متنبہ فرما دیا کہ اگر فرض کرو کسی کے دل میں ایک بُری بات کا خطرہ گذرا اور بے پروائی سے کوئی لفظ زبان سے بھی کہہ گذرا تو چاہیئے کہ اب ایسی مہمل بات کا چرچا کرتا نہ پھرے۔ اگر خواہی نہ خواہی کسی مومن کی آبروریزی کریگا تو خوب سمجھ لے کہ اُس کی آبرو بھی محفوظ نہ رہیگی۔ حق تعالیٰ اُسے ذلیل و خوار کر کے چھوڑیگا۔ کما فی حدیث احمد رحمہ اللہ۔
ف۷ دنیا میں حد قذف، رسوائی اور قسم قسم کی سزائیں اور آخرت میں دوزخ کی سزا۔
ف۸ یعنی ایسے فتنہ پردازوں کو خدا خوب جانتا ہے گو تم نہ جانتے ہو۔ اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ کس کا جُرم کتنا ہے اور کس کی کیا غرض ہے (تنبیہ) حُبِ شیوعِ فاحشہ، حسد و کینہ وغیرہ کی طرح اعمال قلبیہ میں سے ہے۔ مراتب قصد میں سے نہیں۔ اس لئے اس پر ماخوذ ہونے میں اختلاف نہ ہونا چاہیئے۔ فتنبہ لہ۔
ف۹ یعنی یہ طوفان تو ایسا اٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون اس کی نذر ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحمت اور شفقت و مہربانی سے تم میں سے تائبین کی توبہ کو قبول فرمایا اور بعض کو حدِ شرعی جاری کر کے پاک کیا اور جو زیادہ خبیث تھے اُن کو ایک گونہ مہلت دی۔
ف۱۰ یعنی شیطان کی چالوں سے ہشیار رہا کرو۔ مسلمان کا یہ کام نہیں ہونا چاہیئے کہ شیاطین الانس والجن کے قدم بقدم چلنے لگے۔ اُن ملعونوں کا تو مشن ہی یہ ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور بُرائی کی طرف لے جائیں تم جان بوجھ کر کیوں اُن کے بھرے میں آتے ہو۔ دیکھو شیطان نے ذرا سا چرکہ لگا کر کتنا بڑا طوفان کھڑا کر دیا اور کئی سیدھے سادھے مسلمان کس طرح اُس کے قدم پر چل پڑے۔

ف۱ یعنی شیطان تو سب کو بگاڑ کر چھوڑتا ایک کو بھی سیدھے راستہ پر نہ رہنے دیتا۔ یہ تو خدا کا فضل اور اُس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی دستگیری فرما کر بہتیروں کو محفوظ رکھتا ہے اور بعض کو مبتلا ہو جانے کے بعد توبہ کی توفیق دے کر درست کر دیتا ہے۔ یہ بات اُسی خدائے واحد کے اختیار میں ہے اور وہ ہی اپنے علم محیط اور حکمت کاملہ سے جانتا ہے کہ کون بندہ سنوارے جانے کے قابل ہے اور کس کی توبہ قبول ہونی چاہیئے۔ وہ سب کی توبہ وغیرہ کو سنتا اور اُن کی قلبی کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہے۔ ف۲ حضرت عائشہؓ پر طوفان اُٹھانیوالوں میں بعض مسلمان بھی نادانی سے شریک ہو گئے۔ اُن میں سے ایک حضرت مِسطحؓ تھے جو ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں قصّۂ "افک" سے پہلے حضرت صدیق اکبر اُن کی امداد اور خبر گیری کیا کرتے۔ جب یہ قصہ ختم ہوا اور عائشہ صدیقہؓ کی برارت آسمان سے نازل ہو چکی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ مِسطحؓ کی امداد نہ کرونگا۔ شاید بعض دوسرے صحابہ کو بھی ایسی صورت پیش آئی ہو۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں اُن کا ظرف بہت بڑا اور اُن کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں۔ بڑی جوانمردی تو یہ ہی ہے کہ بُرائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ محتاج رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بہادروں کا کام نہیں۔ اگر قسم کھالی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کرو۔ اُس کا کفارہ ادا کر دو۔ تمہاری شان یہ ہونی چاہیئے کہ خطا کاروں کی خطا سے اغماض اور درگذر کرو۔ ایسا کرو گے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں سے درگذر کریگا۔ کیا تم حق تعالیٰ سے عفو و درگذر کی امید اور خواہش نہیں رکھتے؟ اگر رکھتے ہو تو تم کو اُسکے بندوں کے معاملہ میں یہ ہی خُو اختیار کرنی چاہیئے۔ گویا اِس میں "تخلق بِأخلاقِ اللہ" کی تعلیم ہوئی۔ احادیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب سنا "اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ" (کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے) تو فوراً بول اُٹھے "بَلٰى يَا رَبَّنَا اِنَّا نُحِبُّ" (بیشک اے پروردگار! ہم ضرور چاہتے ہیں) یہ کہہ کر مِسطحؓ کی جو امداد کرتے تھے بدستور جاری فرما دی، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے سے دگنی کر دی۔ رضی اللہ عنہ۔

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ

تم پر اور اُس کی رحمت تو نہ سنورتا تم میں ایک شخص بھی کبھی ولیکن اللہ

يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ

سنوارتا ہے جس کو چاہے اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف۱ اور قسم نہ کھائیں بڑے درجہ والے

مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ

تم میں سے، اور کشایش والے اس پر کہ دیں قرابتیوں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنیوالوں کو

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۠ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ

اللہ کی راہ میں اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگذر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ

يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ

اللہ تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ف۲ جو لوگ عیب لگاتے ہیں

الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَ

حفاظت والیوں بیخبر ایمان والیوں کو اُن کو پھٹکار ہے دنیا میں اور آخرت میں اور

لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ

اُن کے لئے ہے بڑا عذاب ف۳ جس دن کہ ظاہر کر دینگی اُن کی زبانیں اور ہاتھ

وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَىِٕذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ

اور پاؤں جو کچھ وہ کرتے تھے ف۴ اُس دن پوری دیگا ان کو اللہ اُن کی سزا

دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ

جو چاہیے اور جان لیں گے کہ اللہ وہی ہے سچا کھولنے والا ف۵ گندیاں ہیں

لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَ

گندوں کے واسطے اور گندے واسطے گندیوں کے اور ستھریاں ہیں ستھروں کے واسطے اور

الطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ

ستھرے واسطے ستھریوں کے ف۶ وہ لوگ بے تعلق ہیں ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں ف۷ اُنکے واسطے

ف۳ صحیحین کی حدیث میں ہے "اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلُ الرِّبٰوا وَاَكْلُ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ"۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قذف محصنات مطلقاً مہلکات میں سے ہے۔ پھر ان میں سے بھی ازواج مطہرات بالخصوص اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدّیقہ کا قذف تو کس درجہ کا گناہ ہوگا، علماء نے تصریح کی ہے کہ اِن آیات کے نزول کے بعد جو شخص عائشہ صدیقہؓ یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو متہم کرے وہ کافر، مکذب قرآن اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اور طبرانی کی ایک حدیث میں ہے "قَذْفُ الْمُحْصَنَةِ يَهْدِمُ عَمَلَ مِائَةِ سَنَةٍ" (محصنہ پر تہمت لگانا سو برس کے عمل کو ڈھا دیتا ہے)۔ العیاذ باللہ۔

ف۴ یعنی مجرم منہ سے بولنا اور ظاہر کرنا نہ چاہے گا۔ مگر خود زبان اور ہاتھ پاؤں بولیں گے اور اُن میں سے ہر عضو اُس عمل کو ظاہر کریگا جو اُس کے ذریعہ سے کیا گیا تھا (لطیفہ) قاذف نے زبان سے تہمت لگائی تھی اور چار گواہوں کا اُس سے مطالبہ تھا جو پورا نہ کر سکا۔ اُس کے بالمقابل یہاں یہی پانچ چیزیں ذکر ہوئیں۔ ایک زبان جو قذف کا اصلی آلہ ہے اور چار ہاتھ پاؤں جو اُس کی شرارت کے گواہ ہونگے۔

ف۵ جو رتی رتی عمل کھول کر سامنے رکھ دیتا ہے اور جس کا حساب بالکل صاف ہے اُسکے ہاں کسی طرح کا ظلم و تعدی نہیں۔ یہ مضمون قیامت کے دن سب کو مکشوف و مشہود ہو جائیگا۔

ف۶ یعنی بدکار اور گندی عورتیں گندے اور بدکار مردوں کے لائق ہیں۔ اسی طرح بدکار اور گندے مرد اس قابل ہیں کہ اُن کا تعلق اپنے جیسی گندی اور بدکار عورتوں سے ہو۔ پاک اور ستھرے آدمیوں کا ناپاک بدکاروں سے کیا مطلب۔ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ پیغمبر کی عورت بدکار (زانیہ) نہیں ہوتی یعنی اللہ تعالیٰ انکی ناموس کی حفاظت فرماتا ہے۔ نقلہ فی موضح القرآن۔ (تنبیہ) آیت کا یہ مطلب تو ترجمہ کے موافق ہوا۔ مگر بعض مفسرین سلف سے یہ منقول ہے کہ "اَلْخَبِيْثٰتُ" اور "اَلطَّيِّبٰتُ" سے یہاں عورتیں مراد نہیں۔ بلکہ اقوال و کلمات مراد ہیں یعنی گندی باتیں گندوں کے لائق ہیں۔ اور ستھری باتیں ستھرے آدمیوں کے۔ پاکباز اور ستھرے مرد و عورت ایسی گندی تہمتوں سے بری ہوتے ہیں جیسا کہ آگے "اُولٰۗىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ" سے ظاہر ہے۔ یا یوں کہا جائے کہ گندی باتیں گندوں کی زبان سے نکلا کرتی ہیں۔ تو جنھوں نے کسی پاکباز کی نسبت گندی بات کہی، سمجھ لو کہ وہ خود گندے ہیں۔

ف۷ یعنی ستھرے آدمی اُن باتوں سے بری ہیں جو یہ گندے لوگ بکتے پھرتے ہیں۔

ف۱ یعنی بُرا کہنے سے وہ بُرے نہیں ہو جاتے، بلکہ جب وہ اس پر صبر کرتے ہیں تو یہ چیز اُن کی خطاؤں یا لغزشوں کا کفارہ بنتی ہے۔ اور یہاں مفسد لوگ جس قدر اُن کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں وہاں اُسکے بدلہ میں عزّت کی روزی ملتی ہے۔ ف۲ یعنی خاص اپنے ہی رہنے کا جو گھر ہو اُسکے سوا کسی دوسرے کے رہنے کے گھر میں یوں ہی بے خبر نہ گھس جائے کیا جانے وہ کس حال میں ہو اور اُس وقت کسی کا اندر آنا پسند کرتا ہے یا نہیں۔ لہٰذا اندر جانے سے پہلے آواز دیکر اجازت حاصل کرے اور سب سے بہتر آواز سلام کی، حدیث میں ہے کہ تین مرتبہ سلام کرے اور اجازت داخل ہونیکی لے۔ اگر تین بار سلام کرنیکے بعد بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ فی الحقیقت یہ ایسی حکیمانہ تعلیم ہے کہ اگر اسکی پابندی کی جائے تو صاحب خانہ اور ملاقاتی دونوں کے حق میں بہتر ہے۔ مگر افسوس آج مسلمان اُن مفید ہدایات کو ترک کرتے جاتے ہیں جنکو دوسری قومیں اُن ہی سے سیکھ کر ترقی کر رہی ہیں (ربط) شروع سورت سے احکام زنا و قذف وغیرہ کے بیان ہوئے تھے۔ چونکہ بسا اوقات بلا اجازت کسی کے گھر میں چلا جانا ان امور کی طرف مفضی ہو جاتا ہے اسلئے اِن آیات میں مسائل استئذان کو بیان فرما دیا۔ ف۳ اگر یہ معلوم ہوا ہو کہ گھر میں کوئی موجود نہیں تب بھی دوسرے کے گھر میں بدون مالک و مختار کی اجازت کے مت جاؤ۔ کیونکہ ملک غیر میں بدون اجازت تصرف کا کوئی حق نہیں۔ نہ معلوم بے اجازت چلے جانے سے کیا جھگڑا پیش آجائے ہاں صراحۃً یا دلالۃً اجازت ہو تو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ف۴ یعنی ایسا کہنے سے بُرا نہ مانو۔ بسا اوقات آدمی کی طبیعت کسی سے ملنے کو نہیں چاہتی یا حرج ہوتا ہے یا کوئی ایسی بات کر رہا ہے جس پر غیر کو مطلع کرنا پسند نہیں کرتا تو تم کو کیا ضرور ہے کہ خواہ مخواہ اُس پر بوجھ ڈالو۔ اس طرح بار خاطر بننے سے تعلقات صاف نہیں رہتے۔

ف۵ وہ تمہارے تمام اعمال قلبیہ و قالبیہ سے باخبر ہے جیسا کچھ کروگے اور جس نیّت سے کروگے حق تعالیٰ اُسکے مناسب جزا دیگا۔ اور اُس نے اپنے علم محیط سے تمام امور کی رعایت کر کے یہ احکام دیے ہیں۔

ف۶ یعنی جن مکانوں میں کوئی خاص آدمی نہیں رہتا، نہ کوئی روک ٹوک ہے مثلاً مسجد، مدرسہ، خانقاہ، سرائے وغیرہ۔ اگر وہاں تمہاری کوئی چیز ہے یا تم کو چندے اُسکے برتنے کی ضرورت ہے تو بیشک وہاں جا سکتے ہو اُسکے لئے استیذان کی ضرورت نہیں۔ اس طرح کے مسائل کی تفصیل فقہ میں دیکھی جائے۔

ف۷ اُس نے تمہارے تمام کھلے چھپے حالات کی رعایت سے یہ احکام مشروع کئے ہیں جن سے مقصود فتنہ و فساد کے مداخل کو بند کرنا ہے۔ مومن کو چاہئے کہ اپنے دل میں اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر عمل کرے۔

ف۸ بدنظری عموماً زنا کی پہلی سیڑھی ہے۔ اسی سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ قرآن کریم نے بدکاری اور بیحیائی کا انسداد کرنے کے لئے اول اسی سوراخ کو بند کرنا چاہا۔ یعنی مسلمان مرد و عورت کو حکم دیا کہ بدنظری سے بچیں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں۔ اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ ارادہ سے اُس طرف نظر نہ کرے۔ کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اُس کے اختیار سے ہوگا۔ جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر آدمی نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار و ارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اُسکے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے چونکہ پہلی مرتبہ دفعۃً جو بیساختہ نظر پڑتی ہے۔ از راہ شہوت و نفسانیت نہیں ہوتی۔ اِسلئے حدیث میں اسکو معاف رکھا گیا ہے۔ شاید یہاں بھی مِنْ اَبْصَارِھِمْ میں مِنْ کو تبعیضیہ لیکر اسی طرف اشارہ ہو۔

ف۹ یعنی حرامکاری سے بچیں اور ستر کسی کے سامنے نہ کھولیں۔ اِلَّا عِنْدَ مَنْ اَبَاحَہُ الشَّارِعُ مِنَ الْاَزْوَاجِ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ۔

ف۱۰ یعنی آنکھ کی چوری اور دلوں کے بھید اور نیتوں کا حال اُسکو سب معلوم ہے لہٰذا اس کا خیال کر کے بدنگاہی اور ہر قسم کی بدکاری سے بچو۔ ورنہ وہ اپنے علم کے موافق تم کو سزا دیگا۔ "یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ"، (مومن۔ رکوع ۲) حضرت شاہ صاحبؒ نے "مَا یَصْنَعُوْنَ" سے مراد غالباً جاہلیت کی بے اعتدالیاں لی ہیں یعنی جو بے اعتدالیاں پہلے سے کرتے آرہے ہو اللہ کو سب معلوم ہے اسی لئے اب اُس نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے یہ احکام جاری کیے تا تمہارا تزکیہ ہو سکے۔

مَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا
بخشش ہے اور روزی ہے عزّت کی ف۱ اے ایمان والو مت جایا کرو
بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ؕ
کسی گھر میں اپنے گھروں کے سوائے جب تک بول چال نہ کر لو، اور سلام کر لو اُن گھر والوں پر
ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا
یہ بہتر ہے تمہارے حق میں تاکہ تم یاد رکھو ف۲ پھر اگر نہ پاؤ اُس میں کسی کو
فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا
تو اُس میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ ملے تم کو ف۳ اور اگر تم کو جواب ملے کہ پھر جاؤ
فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨﴾ لَيْسَ
تو پھر جاؤ اُس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے لئے ف۴ اور اللہ جو تم کرتے ہو اُسکو جانتا ہے ف۵ نہیں
عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ
گناہ تم پر اس میں کہ جاؤ اُن گھروں میں جہاں کوئی نہیں بستا اُس میں کچھ چیز ہو
لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٢٩﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
تمہاری ف۶ اور اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو چھپاتے ہو ف۷ کہہ دے ایمان والوں کو
يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ
نیچی رکھیں ذرا اپنی آنکھیں ف۸ اور تھامتے رہیں اپنے ستر کو ف۹ اس میں خوب ستھرائی ہے اُنکے لئے
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ
بیشک اللہ کو خبر ہے جو کچھ کرتے ہیں ف۱۰ اور کہدے ایمان والیوں کو نیچی رکھیں
مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ
ذرا اپنی آنکھیں اور تھامتی رہیں اپنے ستر کو اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار
اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ
مگر جو کھلی چیز ہے اُس میں سے ف۱۱ اور ڈال لیں اپنی اوڑھنی اپنے گریبان پر ف۱۲ اور نہ کھولیں

ف۱۱ سنگار عرف میں خارجی اور کسبی آرائش کو کہتے ہیں جو مثلاً لباس یا زیور وغیرہ سے حاصل ہو۔ احقر کے نزدیک یہاں "زینت" کا ترجمہ "سنگار" کے بجائے "زیبائش" کیا جاتا تو زیادہ جامع اور مناسب ہوتا۔ زیبائش کا لفظ ہر قسم کی خلقی اور کسبی زینت کو شامل ہے، خواہ وہ جسم کی پیدائشی ساخت سے متعلق ہو یا پوشاک وغیرہ خارجی ٹیپ ٹاپ سے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم کی خلقی یا کسبی زیبائش کا اظہار بجز محارم کے جن کا ذکر آگے آتا ہے کسی کے سامنے جائز نہیں۔ ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اُسکے ظہور کو بسبب عدم قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی، اُسکے مجبوری یا بضرورت کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں (بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو) حدیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ اور کفین (ہتھیلیاں) "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" میں داخل ہیں۔ کیونکہ بہت سی ضروریات دینی و دنیوی اُنکے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر اُنکے چھپانے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کیلئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئیگی۔ آگے فقہاء نے قدمین کو بھی ان ہی اعضاء پر قیاس کیا ہے اور جب یہ اعضاء مستثنیٰ ہوئے تو اُنکے متعلقات مثلاً انگوٹھی، چھلا یا مہندی، کاجل وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑیگا لیکن واضح رہے کہ "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے صرف عورتوں کو بضرورت اُنکے کھلا رکھنے کی اجازت ہوئی۔ نامحرم مردوں کو اجازت نہیں دیگئی کہ وہ آنکھیں لڑایا کریں اور ان اعضاء کا نظارہ کیا کریں۔ شاید اسی لئے اس اجازت سے پیشتر ہی حق تعالیٰ نے غض بصر کا حکم مومنین کو سنا دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے کسی عضو کے کھولنے کی اجازت اس کو مستلزم نہیں کہ دوسری طرف سے اُسکو دیکھنا بھی جائز ہو۔ آخر مرد جنکے لئے پردہ کا حکم نہیں اسی آیت بالا میں عورتوں کو اُنکی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا۔ نیز یاد رکھنا چاہئے کہ ان آیات میں محض ستر کا

بقیہ فوائد صفحہ ۴۷۱- مسئلہ بیان ہوا ہے یعنی اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اپنے گھر کے اندر ہو یا باہر، عورت کو کس حصۂ بدن کا کس کے سامنے کن حالات میں کھلا رکھنا جائز ہے۔ باقی مسئلۂ "حجاب"، یعنی شریعت نے اس کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے اور سیر و سیاحت کرنے کی اجازت دی، یہاں مذکور نہیں۔ اس کی کچھ تفصیل انشاء اللہ سورۂ احزاب میں آئیگی۔ اور ہم نے فتنہ کا خوف نہ ہونے کی جو شرط بڑھائی وہ دوسرے دلائل اور قواعد شرعیہ سے ماخوذ ہے جو ادنیٰ تامل اور مراجعت نصوص سے دریافت ہو سکتی ہیں۔ **ف۱۲** بدن کی خلقی زیبائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیز سینہ کا ابھار ہے، اُس کے مزید تستر کی خاص طور پر تاکید فرمائی اور جاہلیت کی رسم کو مٹانے کی صورت بھی بتلادی۔ جاہلیت میں عورتیں خمار (اوڑھنی) سر پر ڈال کر اُس کے دونوں پلے پشت پر لٹکا لیتی تھیں۔ اس طرح سینہ کی ہیئت نمایاں رہتی تھی۔ یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا۔ قرآن کریم نے بتلا دیا کہ اوڑھنی کو سر پر سے لا کر گریبان پر ڈالنا چاہیئے تاکہ اس طرح کان، گردن اور سینہ پوری طرح مستور رہے۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ چچا اور ماموں کا بھی یہی حکم ہے اور ان محارم میں پھر فرق مراتب ہے، مثلاً جو زینت خاوند کے آگے ظاہر کر سکتی ہے دوسرے محارم کے سامنے نہیں کر سکتی۔ ابدائے زینت کے درجات ہیں جن کی تفصیل تفاسیر اور کتب فقہ میں دیکھنی چاہیئے۔ یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ جس قدر تستر کا اہتمام اجنبیوں سے تھا، اُتنا محارم سے نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک عضو کو ان میں سے ہر ایک کے آگے کھول سکتی ہے۔

زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ

اپنا سنگار مگر اپنے خاوند کے آگے یا اپنے باپ کے ف۱ یا اپنے خاوند کے باپ کے یا

اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ

اپنے بیٹے کے یا اپنے خاوند کے بیٹے کے یا اپنے بھائی کے یا اپنے بھتیجوں کے

اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ

یا اپنے بھانجوں کے یا اپنی عورتوں کے ف۲ یا اپنے ہاتھ کے مال کے ف۳

اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ

یا کار بار کرنے والوں کے جو مرد کہ کچھ غرض نہیں رکھتے ف۴ یا لڑکوں کے جنہوں نے ابھی

لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰي عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ

نہیں پہچانا عورتوں کے بھید کو ف۵ اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو کہ

لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۭ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا

جانا جائے جو چھپاتی ہیں اپنا سنگار ف۶ اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر

اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ

اے ایمان والو تاکہ تم بھلائی پاؤ ف۷ اور نکاح کر دو رانڈوں کا اپنے اندر ف۸

وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ

اور جو نیک ہوں تمہارے غلام اور لونڈیاں ف۹ اگر وہ ہونگے مفلس

يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۳۲ وَلْيَسْتَعْفِفِ

اللہ اُن کو غنی کر دیگا اپنے فضل سے ف۱۰ اور اللہ کشایش والا ہے سب کچھ جانتا ہے ف۱۱ اور اپنے آپ کو تھامتے رہیں

الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ

جن کو نہیں ملتا سامان نکاح کا جب تک کہ مقدور دے اُن کو اللہ اپنے فضل سے ف۱۲

وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ

اور جو لوگ چاہیں لکھت آزادی کی مال دے کر اُن میں سے کہ جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں تو انکو لکھ کر دیدو

ف۲ یعنی جو عورتیں اُس کے پاس اٹھنے بیٹھنے والی ہیں بشرطیکہ نیک چلن ہوں۔ بدراہ عورتوں کے سامنے نہیں۔ اور بہت سے سلف کے نزدیک اس سے مسلمان عورتیں مراد ہیں۔ کافر عورت اجنبی مرد کے حکم میں ہے۔

ف۳ یعنی اپنی لونڈیاں (باندیاں) اور بعض سلف کے نزدیک مملوک غلام بھی اس میں داخل ہے اور ظاہر قرآن سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن جمہور ائمہ اور سلف کا یہ مذہب نہیں۔

ف۴ یعنی کمیرے خدمتگار جو محض اپنے کام سے کام رکھیں اور کھانے سونے میں غرق ہوں، شوخی نہ رکھتے ہوں یا فاتر العقل پاگل جن کے حواس وغیرہ بھی ٹھکانے نہ ہوں، محض کھانے پینے میں گھر والوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

ف۵ یا جن لڑکوں کو ابھی تک نسوانی سرائر کی کوئی تمیز نہیں، نہ نفسانی جذبات رکھتے ہیں۔

ف۶ یعنی چال ڈھال ایسی نہ ہونی چاہیئے کہ زیور وغیرہ کی آواز سے اجانب کو اُدھر میلان اور توجہ ہو۔ بسا اوقات اس قسم کی آواز صورت دیکھنے سے بھی زیادہ نفسانی جذبات کے لئے محرک ہو جاتی ہے۔

ف۷ یعنی پہلے جو کچھ حرکات ہو چکیں اُن سے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے ہر مرد و عورت کو خدا سے ڈر کر اپنی تمام حرکات و سکنات اور چال چلن میں انابت اور تقویٰ کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ اسمیں دارین کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

ف۸ اُوپر استیذان، غض بصر اور تستر وغیرہ کے احکام بیان ہوئے تھے، تا بیحیائی اور بدکاری کی روک تھام کی جائے۔ اس آیت میں یہ حکم دیا کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہو کر بیوہ اور رنڈوے ہو گئے تو موقع مناسب ملنے پر اُن کا نکاح کر دیا کرو۔ حدیث میں نبی کریم صلعم نے فرمایا "اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کر، نماز فرض کا جب وقت آجائے، جنازہ جب موجود ہو، اور رانڈ عورت جب اُس کا کفو مل جائے"۔ جو قومیں رانڈوں کے نکاح پر ناک بھوں چڑھاتی ہیں سمجھ لیں کہ اُن کا ایمان سلامت نہیں۔

ف۹ یعنی لونڈی غلام کو اگر اس لائق سمجھو کہ حقوق زوجیت ادا کر سکینگے اور نکاح ہو جانے پر مغرور ہو کر تمہاری خدمت نہ چھوڑ بیٹھیں گے تو اُن کا بھی نکاح کر دو۔

ف۱۰ بعض لوگ نکاح میں اس لئے لیس و پیش کیا کرتے ہیں کہ نکاح ہو جانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اُٹھے گا۔ انہیں سمجھا دیا کہ ایسے موہوم خطرات پر نکاح سے مت رکو۔ روزی تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے کیا معلوم ہے کہ خدا چاہے تو اُن ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشایش کر دے۔ نہ مجرد رہنا غنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر و افلاس کو مستلزم ہے۔ یہ باتیں حق تعالیٰ کی مشیت پر ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا "وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ" (توبہ - رکوع ۴) اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے بھی یہ چیز معقول ہے کہ نکاح کر لینے یا ایسا ارادہ کرنے سے آدمی پر بوجھ پڑتا ہے اور وہ پہلے سے بڑھ کر کمائی کے لئے جد و جہد کرتا ہے۔ اُدھر بیوی اور اولاد ہو جائے تو وہ بلکہ بعض اوقات بیوی کے کنبہ والے بھی کسب معاش میں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ بہرحال روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا تجرد پر موقوف نہیں۔ پھر یہ خیال نکاح سے مانع کیوں ہو۔ **ف۱۱** جس کے حق میں مناسب جانتا ہے کشایش کر دیتا ہے۔

ف۱۲ یعنی جن کو فی الحال اتنا بھی مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لاسکیں تو جب تک خدا تعالیٰ مقدور دے چاہیئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں۔ اور عفیف رہنے کی کوشش کریں۔ کچھ بعید نہیں کہ اسی ضبط نفس اور عفت کی برکت سے حق تعالیٰ اُن کو غنی کر دے اور نکاح کے بہترین مواقع مہیا فرما دے۔

ف۱ یعنی کسی کا غلام یا لونڈی کہے یا مزید توثیق کے لئے لکھوانا چاہے کہ میں اتنی مدت میں اس قدر مال تجھ کو کما دوں تو مجھے آزاد کردے، تو مالک کو چاہیئے کہ قبول کرلے اور لکھدے (اس معاملہ کو "مکاتبۃ" کہتے ہیں (اور یہ غلاموں کے آزاد کرانے کی ایک خاص صورت ہے) لیکن یہ مالک کو اُس وقت قبول کرنا چاہیئے جبکہ وہ سمجھے کہ واقعی اس غلام یا لونڈی کے حق میں آزادی بہتر ہوگی۔ قید غلامی سے چھوٹ کر چوری یا بدکاری یا اور طرح کی بدمعاشیاں کرتا نہ پھریگا۔ اگر یہ اطمینان ہو تو بیشک اُسکو آزادی کا موقع دینا چاہیئے۔ تا وہ آزاد ہو کر اپنی فلاح کے مَیدانوں میں خوب ترقی کرسکے اور کہیں نکاح کرنا چاہے تو باختیارِ خود نکاح کرلے۔ غلامی کی وجہ سے مَیدان تنگ نہ ہو۔ ف۲ یہ دولتمند مسلمانوں کو فرمایا کہ ایسی لونڈی غلام کی مالی امداد کرو خواہ زکوٰۃ سے یا عام صدقات وخیرات وغیرہ سے، تا وہ جلد آزادی حاصل کرسکیں، اور اگر مالک بدل کتابت کا کوئی حصّہ معاف کردے، یہ بھی بڑی امداد ہے (تنبیہ) مصارف زکوٰۃ میں جو "وَفِی الرِّقَابِ" کا ایک مدّ رکھا ہے وہ ان ہی غلاموں کے آزاد کرانے کا فنڈ ہے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں بیت المال سے ایسے غلاموں کی امداد ہوتی تھی۔

إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا ۖ وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي

اگر سمجھو اُن میں کچھ نیکی ف۱ اور دو اُن کو اللہ کے مال سے جو اُس نے

آتَاكُمْ ۚ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ إِنْ أَرَدْنَ تَحَصُّنًا

تم کو دیا ہے ف۲ اور نہ زبردستی کرو اپنی چھوکریوں پر بدکاری کے واسطے اگر وہ چاہیں قید سے رہنا

لِّتَبْتَغُوا عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَن يُكْرِههُّنَّ فَإِنَّ اللَّهَ

کہ تم کمانا چاہو اسباب دنیا کی زندگانی کا ف۳ اور جو کوئی اُن پر زبردستی کریگا تو اللہ

مِن بَعْدِ إِكْرَاهِهِنَّ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ أَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ

اُن کی بے بسی کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے ف۴ اور ہم نے اتاریں تمہاری طرف

آيَاتٍ مُّبَيِّنَاتٍ وَمَثَلًا مِّنَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ وَ

آیتیں کھلی ہوئی اور کچھ حال اُن کا جو ہو چکے تم سے پہلے اور

مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٣٤﴾ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ

نصیحت ڈرنے والوں کو ف۵ اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی ف۶ مثال

نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ ۖ

اُس کی روشنی کی جیسے ایک طاق اُس میں ہو ایک چراغ وہ چراغ دھرا ہو ایک شیشہ میں

الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ

وہ شیشہ ہے جیسے ایک تارہ چمکتا ہوا تیل جلتا ہے اُس میں ایک برکت کے درخت کا

زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَ

وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف قریب ہے اُس کا تیل کہ روشن ہو جائے،

لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلَىٰ نُورٍ ۗ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن

اگرچہ نہ لگی ہو اُس میں آگ روشنی پر روشنی اللہ راہ دکھلا دیتا ہے اپنی روشنی کی جس کو

يَشَاءُ ۚ وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

چاہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے اور اللہ سب چیز کو

ف۳ جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں سے کسب کراتے تھے عبداللہ بن اُبیّ رئیس المنافقین کے پاس کئی لونڈیاں تھیں جن سے بدکاری کرا کر روپیہ حاصل کرتا تھا۔ اُن میں بعض مسلمان ہوگئیں تو اس فعلِ شنیع سے انکار کیا۔ اس پر وہ ملعون زدوکوب کرتا تھا، یہ آیت اسی قصّہ میں نازل ہوئی۔ اور اسی شانِ نزول کی رعایت سے مزید تقبیح کیلئے "اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا" اور "لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا" کی قیود بڑھائی ہیں ورنہ لونڈیوں سے بدکاری کرانا بہرحال حرام ہے اور اس طرح جو کمائی کریں سب ناپاک ہے۔ خواہ لونڈیاں یہ کام رضا ورغبت سے کریں یا زبردستی اور ناخوشی سے۔ ہاں اگر لونڈیاں نہ چاہیں اور یہ محض دنیا کے حقیر فائدے کے لئے زبردستی مجبور کرے تو اور بھی زیادہ وبال اور انتہائی وقاحت اور بے شرمی کی دلیل ہے۔

ف۴ یعنی زنا ایسی بُری چیز ہے جو جبر واکراہ کے بعد بھی بُری رہتی ہے لیکن حق تعالیٰ محض اپنی رحمت سے "مُکرَہہ" کی بے بسی و بیچارگی کو دیکھ کر درگذر فرماتا ہے۔ اس صورت میں مُکرِہ (زبردستی کرنیوالے) پر سخت عذاب ہوگا اور مُکرَہ پر (جس پر زبردستی کی گئی) رحم کیا جائیگا۔

ف۵ یعنی قرآن میں سب کچھ نصیحتیں احکام اور گذشتہ اقوام کے عبرتناک واقعات بیان کردیئے گئے ہیں۔ تا خدا کا ڈر رکھنے والے سُن کر نصیحت وعبرت حاصل کریں اور اپنے انجام کو سوچیں۔ یا "مَثَلًا مِّنَ الَّذِیْنَ خَلَوْا" سے مراد یہ ہو کہ پہلی امتوں پر بھی اسی طرح کی حدود اور احکام جاری کیے گئے تھے جو اس سُورت میں مذکور ہوئے۔ اور بعض قصّے بھی اس قصّہ "افک" کے مشابہ پیش آئے جو سورت ہذا میں بیان کیا گیا ہے۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم صدیقہ اور حضرت یوسف صدیق کی دشمنوں کے بہتان سے براءۃ ظاہر فرمائی، عائشہ صدیقہ بنت الصدیقؓ کی براءۃ اور بزرگی بھی تا قیام قیامت صادقین کے قلوب میں نقش فی الحجر کردی۔ اور دشمنوں کا مُنہ کالا کیا۔

ف۶ یعنی اللہ سے رونق اور بستی ہے زمین اور آسمان کی، اُس کی مدد نہ ہو تو سب ویران ہو جائیں (موضح القرآن) سب مخلوق کو نورِ وجود اُسی سے ملا ہے۔ چاند، سُورج، ستارے، فرشتے اور انبیاء و اولیاء میں جو ظاہری یا باطنی روشنی ہے اُسی منبع النور سے مستفاد ہے۔ ہدایت و معرفت کا جو چمکارا کسی کو پہنچتا ہے اُسی بارگاہِ رفیع سے پہنچتا ہے۔ تمام علویات وسفلیات اُس کی آیاتِ تکوینیہ وتنزیلیہ سے مُنوّر ہیں حسن وجمال یا خوبی وکمال کی کوئی چمک اگر کہیں نظر پڑتی ہے وہ اُسی کے وجہ منور اور ذات مبارک کے جمال وکمال کا ایک پرتو ہے۔ سیرۃ ابن اسحٰق میں ہے کہ طائف میں جب لوگوں نے حضورؐ کو ستایا تو یہ دُعا زبان پر تھی۔ "اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْھِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اَنْ یَّحِلَّ بِیْ غَضَبُكَ اَوْ یَنْزِلَ بِیْ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ رات کی تاریکی میں آپؐ اپنے رب کو "اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ"، کہہ کر پکارا کرتے اور اپنے کان، آنکھ، دل، ہر ہر عضو بلکہ بال بال میں اُس سے نُور طلب فرماتے تھے اور اخیر میں بطور خلاصہ فرماتے۔ "وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا" یا "وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا" یا "وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا" یعنی میرے نور کو بڑھا بلکہ مجھے نُور ہی نُور بنادے۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِیْ ظُلْمَةٍ ثُمَّ اَلْقٰی عَلَیْهِمْ مِّنْ نُّوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ نُّوْرِهٖ یَوْمَئِذٍ اِهْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَهٗ ضَلَّ (فتح الباری صفحہ ۲۴۳) یعنی جس کو اُس وقت اللہ کے نور (توفیق) سے حصّہ ملا وہ ہدایت پر آیا اور جو اُس سے چوکا گمراہ رہا۔ واضح رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمع، بصر وغیرہ کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ ایسے ہی صفت نور بھی ہے ممکنات کے نور پر قیاس نہ کیا جائے۔ تفصیل کے لئے امام غزالیؒ کا رسالہ "مشکوٰۃ الانوار" دیکھو۔

عَلِیْمٌ ﴿۳۵﴾ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ

جانتا ہے ف۱ اُن گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا اُن کو بلند کرنے کا ف۲ اور وہاں اُس کا نام پڑھنے کا ف۳

یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ

یاد کرتے ہیں اُس کی وہاں صبح اور شام ف۴ وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے

تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ

سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے ف۵

یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ لِیَجْزِیَهُمُ

ڈرتے رہتے ہیں اُس دن سے جس میں اُلٹ جائینگے دل اور آنکھیں ف۶ تاکہ بدلہ دے اُن کو

اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ

اللہ اُن کے بہتر سے بہتر کاموں کا اور زیادتی دے اُن کو اپنے فضل سے ف۷ اور اللہ روزی دیتا ہے

مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ

جس کو چاہے بے شمار ف۸ اور جو لوگ منکر ہیں اُن کے کام جیسے ریت

بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ یَجِدْهُ شَیْـًٔا

جنگل میں پیاسا جانے اُس کو پانی یہاں تک کہ جب پہنچا اُس پر اُس کو کچھ نہ پایا

وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾

اور اللہ کو پایا اپنے پاس پھر اُس کو پورا پہنچا دیا اُس کا لکھا، اور اللہ جلد لینے والا ہے حساب ف۹

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ

یا جیسے اندھیرے گہرے دریا میں چڑھی آتی ہے اُس پر ایک لہر اُس پر ایک اور لہر اُس کے

فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ

اُوپر بادل اندھیرے ہیں ایک پر ایک ف۱۰ جب نکالے اپنا ہاتھ

لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع ۵/۱۱

لگتا نہیں کہ اُس کو وہ سوجھے ف۱۱ اور جس کو اللہ نے نہ دی روشنی اُس کے واسطے کہیں نہیں روشنی ف۱۲

ف یعنی یوں تو اللہ تعالیٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے لیکن مومنین مہتدین کو نور الٰہی سے ہدایت و عرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اُسکی مثال ایسی سمجھو گویا مومن قانت کا جسم ایک طاق کی طرح ہے جسکے اندر ایک ستارہ کی طرح چمکدار شیشہ (قندیل) رکھا ہو۔ یہ شیشہ اُس کا قلب ہوا جس کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ اُس شیشہ (قندیل) میں معرفت و ہدایت کا چراغ روشن ہے، یہ روشنی ایسے صاف و شفاف اور لطیف تیل سے حاصل ہو رہی ہے جو ایک نہایت ہی مبارک درخت (زیتون) سے نکل کر آیا ہے اور زیتون بھی وہ جو کسی حجاب سے نہ مشرق میں ہو نہ مغرب میں یعنی کسی طرف دھوپ کی روک نہیں کھلے میدان میں کھڑا ہے جس پر صبح و شام دونوں وقت کی دھوپ پڑتی ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسے زیتون کا تیل اور بھی زیادہ لطیف وصاف ہوتا ہے۔ غرض اُس کا تیل اس قدر صاف اور چمکدار ہے کہ بدون آگ دکھلائے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہو جائیگا۔ یہ تیل میرے نزدیک اُسی حسن استعداد اور نور توفیق کا ہوا جو نور مبارک کے القا سے بدو فطرت میں مومن کو حاصل ہوا تھا۔ جیسا کہ اُوپر کے فائدہ میں گذر چکا اور جس طرح شجرۂ مبارکہ کو "لَا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ" فرمایا تھا وہ نور ربانی بھی جہت کی قید سے پاک ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مومن کا شیشۂ دل نہایت صاف ہوتا ہے اور خدا کی توفیق سے اُس میں قبول حق کی ایسی زبردست استعداد پائی جاتی ہے کہ بدون دیا سلائی دکھائے ہی جل اُٹھنے کو تیار ہوتا ہے۔ اب جہاں ذرا آگ دکھائی یعنی وحی و قرآن کی تیز روشنی نے اُسکو مَس کیا فوراً اُس کی فطری روشنی بھڑک اٹھی۔ اسی کو "نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ" فرمایا۔ باقی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے، جس کو چاہے اپنی روشنی عنایت فرمائے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کس کو یہ روشنی ملنی چاہئے کس کو نہیں ان عجیب و غریب مثالوں کا بیان فرمانا بھی اسی غرض سے ہے کہ استعداد رکھنے والوں کو بصیرت کی ایک روشنی حاصل ہو۔ حق تعالیٰ ہی تمثیل کے مناسب موقع و محل کو پوری طرح جانتا ہے کسی دوسرے کو قدرت کہاں کہ ایسی موزوں و جامع مثال پیش کر سکے۔ آگے فرمایا کہ وہ روشنی ملتی ہے اس سے کہ جن مسجدوں میں کامل لوگ صبح و شام بندگی کرتے ہیں وہاں دھیان لگا ہے۔ (تنبیہ) مفسرین نے تشبیہ کی تقریر بہت طرح کی ہے، حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی موضح القرآن میں نہایت لطیف و عمیق تقریر فرمائی ہے مگر بندہ کے خیال میں جو توجیہ آئی وہ درج کر دی۔ وَلِلنَّاسِ فِیْمَا یَعْشَقُوْنَ مَذَاهِبُ۔ واضح رہے کہ "یُوْقَدُ" اور "وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ" میں جس نار کی طرف اشارہ ہے میں نے مُشَبَّہ میں اُس کی جگہ وحی و قرآن کو رکھا ہے۔ اس کا ماخذ وہ فائدہ ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ نے "مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا" پر لکھا ہے اور جس کی تائید صحیحین کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں "اِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ النَّاسِ كَرَجُلِ نِ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ، جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِیْ یَقَعْنَ فِیْهَا الخ"

ف۲ اُن کی تعظیم و تطہیر کا حکم دیا یعنی اُن کی خبرگیری کی جائے اور ہر قسم کی گندگی اور لغو افعال و اقوال سے پاک رکھا جائے۔ مساجد کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ وہاں پہنچکر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔

ف۳ تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن وغیرہ سب اذکار اس میں شامل ہیں۔

ف۴ یعنی تمام مناسب اوقات میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا کہ "غُدُوّ" سے صبح کی نماز مراد ہے اور "آصال" میں باقی چاروں نمازیں داخل ہیں۔ کیونکہ اصیل زوال شمس سے صبح تک کے اوقات پر بولا جاتا ہے۔

ف۵ یعنی معاش کے دھندے اُن کو اللہ کی یاد اور احکام الٰہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے۔ بڑے سے بڑا بیوپار یا معمولی خرید و فروخت کوئی چیز خدا کے ذکر سے نہیں روکتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی شان تھی۔

ف۶ یعنی اُس روز دل وہ باتیں سمجھ لیں گے جو ابھی تک نہ سمجھے تھے اور آنکھیں وہ ہولناک واقعات دیکھیں گی جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ قلوب میں کبھی نجات کی توقع پیدا ہوگی، کبھی ہلاکت کا خوف۔ اور آنکھیں کبھی داہنے کبھی بائیں دیکھیں گی کہ دیکھئے کس طرف سے پکڑے جائیں، یا کس جانب سے اعمالنامہ ہاتھ میں دیا جائے۔

ف۷ یعنی اچھے کاموں کا جو صلہ مقرر ہے وہ ملیگا۔ اور حق تعالیٰ کے فضل سے اور زیادہ دیا جائیگا جسکی تفصیل و تعیین ابھی نہیں کی جاسکتی۔

ف۸ یعنی اُسکے ہاں کیا کمی ہے، اگر جنتیوں کو بیحد و حساب عنایت فرمائے تو کچھ مشکل نہیں۔

ف۹ کافر دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق کچھ اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کام آئینگے۔ حالانکہ اگر کوئی کام بظاہر اچھا بھی ہو تو کفر کی شامت سے وہ عند اللہ مقبول و معتبر نہیں۔ اِن فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسی سمجھو کہ دوپہر کے وقت جنگل میں ایک پیاسے کو دُور سے پانی دکھائی دیا اور وہ حقیقت میں چمکتی ہوئی ریت تھی۔ پیاسا شدت تشنگی سے بیتاب ہو کر وہاں پہنچا، دیکھا تو پانی وانی کچھ نہ تھا، ہاں ہلاکت کی گھڑی سامنے کھڑی تھی اور اللہ تعالیٰ عمر بھر کا حساب لینے کیلئے موجود تھا، چنانچہ اسی اضطراب و حسرت کے وقت اللہ نے اُس کا سب حساب ایکدم میں چکا دیا۔ کیونکہ وہاں حساب کرتے کیا دیر لگتی ہے۔ ہاتھوں ہاتھ عمر بھر کی شرارتوں اور غفلتوں کا بھگتان کر دیا گیا۔ دوسرے وہ ہیں جو سر سے پاؤں تک دنیا کے مزوں میں غرق اور جہل و کفر، ظلم و عصیان کی اندھیریوں میں پڑے غوطے کھارہے ہیں اُنکی مثال آگے بیان فرمائی۔ اُن کے پاس روشنی کی اتنی بھی چمک نہیں جتنی سراب پر دھوکہ کھانے والے کو نظر آتی تھی۔ یہ لوگ خالص اندھیروں اور تہ بر تہ ظلمات میں بند ہیں کسی طرف سے روشنی کی شعاع اپنے تک نہیں پہنچنے دیتے۔ نعوذ باللہ منہا۔

ف۱۰ یعنی سمندر کی تہ میں خود دریا کا اندھیرا، اُس پر طوفانی لہریں جو ایک پر ایک چڑھی

بقیہ فوائد صفحہ ۴۷۴- آتی ہیں- پھر سب کے اُوپر گھٹا بادل کا اندھیرا، اور رات کا وقت فرض کیا جائے تو اِن اندھیریوں میں اور اضافہ ہو جائیگا۔ **ف۱۱** یعنی اپنا ہاتھ اُٹھا کر آنکھوں سے قریب کر کے دیکھے تو اندھیرے کی وجہ سے نظر نہ آئے جس کو ہمارے یہاں کہتے ہیں کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں پہچانتا۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ
کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کی یاد کرتے ہیں جو کوئی ہیں آسمان و زمین میں اور اُڑتے جانور

صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا
پَر کھولے ہوئے **ف۱** ہر ایک نے جان رکھی ہے اپنی طرح کی بندگی اور یاد **ف۲** اور اللہ کو معلوم ہے جو کچھ

يَفْعَلُوْنَ (۴۱) وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (۴۲)
کرتے ہیں **ف۳** اور اللہ کی حکومت ہے آسمان اور زمین میں اور اللہ ہی تک پھر جانا ہے **ف۴**

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا
تو نے نہ دیکھا کہ اللہ ہانک لاتا ہے بادل کو پھر اُن کو ملا دیتا ہے پھر اُن کو رکھتا ہے تہ بر تہ

فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ
پھر تو دیکھے مینہ نکلتا ہے اُس کے بیچ سے **ف۵** اور اُتارتا ہے آسمان سے اس میں جو پہاڑ

فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ
ہیں اولوں کے پھر وہ ڈالتا ہے جس پر چاہے اور بچا دیتا ہے جس سے

يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (۴۳) ؕ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ
چاہے **ف۶** ابھی اُس کی بجلی کی کوندَ لے جائے آنکھوں کو **ف۷** اللہ بدلتا ہے رات

وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (۴۴) وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ
اور دن کو **ف۸** اس میں دھیان کرنے کی جگہ ہے آنکھ والوں کو **ف۹** اور اللہ نے بنایا ہر

دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ
پھرنے والے کو ایک پانی سے **ف۱۰** پھر کوئی ہے کہ چلتا ہے اپنے پیٹ پر **ف۱۱** اور کوئی ہے کہ

يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا
چلتا ہے دو پاؤں پر **ف۱۲** اور کوئی ہے کہ چلتا ہے چار پر **ف۱۳** بناتا ہے اللہ جو

يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۴۵) لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ
چاہتا ہے بیشک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے **ف۱۴** ہم نے اتاریں آیتیں کھول کھول کر بتلانیوالی

ف۱۲ اُوپر مومنین کے ذکر میں جو "يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ" فرمایا تھا، یہ جملہ اُسکے مقابل ہوا یعنی جس کو خدا تعالیٰ نورِ توفیق نہ دے اُسے اور کون روشنی پہنچا سکتا ہے۔ اِن کی استعداد خراب تھی توفیق نہ ملی۔ اور دریا کی تہ میں گر کر انہوں نے سب دروازے روشنی کے اپنے اُوپر بند کر لئے۔ پھر نور آئے تو کدھر سے آئے۔

فوائد صفحہ ہذا۔ ف۱ شاید اُڑتے جانوروں کا علیحدہ ذکر اس لئے کیا کہ وہ اُس وقت آسمان اور زمین کے بیچ میں معلق ہوتے ہیں۔ اور اُن کا اس طرح ہوا میں اُڑتے رہنا قدرت کی بڑی نشانی ہے۔

ف۲ یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اُس کے حال کے مناسب جو طریقہ انابت و بندگی اور تسبیح خوانی کا الہام فرمایا اُس کو سمجھ کر وہ اپنا وظیفہ ادا کرتی رہتی ہے لیکن افسوس و تعجب کا مقام ہے کہ بہت سے انسان کہلانے والے غرور و غفلت اور ظلمتِ جہالت میں پھنس کر مالک حقیقی کی یاد اور ادائے وظیفۂ عبودیت سے بے بہرہ ہیں۔ (تنبیہ) مخلوقات کی تسبیح کے متعلق پندرھویں پارہ میں ربع کے قریب کچھ مضمون گذر چکا۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو تسبیح کی وصیت کی اور فرمایا "وَاِنَّهَا لَصَلٰوةُ الْخَلْقِ" (یہ ہی باقی مخلوق کی نماز ہے)۔

ف۳ یعنی اُن کی بندگی اور تسبیح کو خواہ تم نہ سمجھو، لیکن حق تعالیٰ کو سب معلوم ہے کہ کون کیا کرتا ہے۔

ف۴ یعنی جیسے اُس کا علم سب کو محیط ہے، اُسکی حکومت بھی تمام علویات و سفلیات پر حاوی ہے اور سب کو آخر کار اُسی کے پاس لَوٹ کر جانا ہے۔ آگے اپنے حاکمانہ اور قادرانہ تصرّفات کو بیان فرماتے ہیں۔

ف۵ یعنی ابتداء میں بادل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اُٹھتے ہیں پھر مل کر بڑا بادل بن جاتا ہے۔ پھر بادلوں کی تہ پر تہ جمادی جاتی ہے۔

ف۶ یعنی جیسے زمین میں پتھروں کے پہاڑ ہیں بعض سلف نے کہا کہ اسی طرح آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے اُسی کے موافق ترجمہ کیا ہے لیکن زیادہ راجح اور قوی یہ ہے کہ "سماء" سے بادل مُراد ہو۔ مطلب یہ ہے کہ بادلوں سے جو کثیف اور بھاری ہونے میں پہاڑوں کی طرح ہیں، اولے برساتا ہے جس سے بہتوں کو جانی یا مالی نقصان پہنچ جاتا ہے اور بہت سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ مشہور ہے کہ اولے کی چھال بیل کے ایک سینگ پر پڑتی ہے اور دوسرا سینگ خشک رہجاتا ہے۔

ف۷ یعنی بجلی کی چمک اس قدر تیز ہوتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، قریب ہے کہ بینائی جاتی رہے۔

ف۸ یعنی دن کے رات اور رات کے بعد دن اُسی کی قدرت سے آتا ہے۔ وہ ہی کبھی رات کو کبھی دن کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے، اور اُن کی گرمی کو سردی سے، سردی کو گرمی سے تبدیل کرتا ہے۔

ف۹ یعنی چاہیئے کہ قدرت کے ایسے عظیم الشان نشانات دیکھ کر آدمی بصیرت و عبرت حاصل کرے اور اُس شہنشاہ حقیقی کی طرف سچے دل سے رجوع ہو جس کے قبضہ میں ان تمام تصرّفات و تقلبات کی باگ ہے۔

ف۱۰ اِس کے لئے سترھویں پارہ کے تیسرے رکوع میں آیت "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" کا فائدہ دیکھنا چاہیئے۔

ف۱۱ جیسے سانپ اور مچھلی۔ **ف۱۲** جیسے آدمی اور طیور۔ **ف۱۳** جیسے گائے بھینس وغیرہ۔ **ف۱۴** یعنی کسی جانور کو چار سے زائد پاؤں دیئے ہوں تو بعید نہیں۔ اُس کی لامحدود قدرت و مشیت کو کوئی محصور نہیں کرسکتا۔

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٦﴾ وَيَقُوْلُوْنَ
اور اللہ چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ پر ف۱ اور لوگ کہتے ہیں

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ
ہم نے مانا اللہ کو اور رسول کو اور حکم میں آگئے پھر پھر جاتا ہے ایک فرقہ اُن میں سے اس کے

ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
پیچھے اور وہ لوگ نہیں ماننے والے ف۲ اور جب اُن کو بلائیے اللہ اور رسول کی طرف

لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ
کہ اُن میں قضیہ چکائے تبھی ایک فرقہ کے لوگ اُن میں منہ موڑتے ہیں اور اگر اُن کو کچھ پہنچتا ہو

الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿٤٩﴾ ؕ اَفِىْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا
تو چلے آئیں اُس کی طرف قبول کر کر ف۳ کیا اُنکے دلوں میں روگ ہے ف۴ یا دھوکے میں پڑے ہوئے

اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ
ہیں، یا ڈرتے ہیں کہ بے انصافی کریگا اُن پر اللہ اور اُس کا رسول کچھ نہیں وہی لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ
بے انصاف ہیں ف۵ ایمان والوں کی بات یہی تھی کہ جب بلائیے اُنکو اللہ اور رسول کی

رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ
طرف فیصلہ کرنے کو اُن میں تو کہیں ہم نے سُن لیا اور حکم مان لیا اور وہ لوگ کہ انہی کا

الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٥١﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ
بھلا ہے ف۶ اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اُسکے رسول کے اور ڈرتا رہے اللہ سے اور بچکر چلے اُس سے سو وہی

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ
لوگ ہیں مُراد کو پہنچنے والے ف۷ اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی اپنی تاکیدی قسمیں کہ اگر تو حکم کرے تو

لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا
سب کچھ چھوڑ کر نکلجائیں، تو کہہ قسمیں نہ کھاؤ حکمبرداری چاہیئے جو دستور ہے البتہ اللہ کو خبر ہے جو تم

ف۱ یعنی آیات تکوینیہ وتنزیلیہ تو اس قدر واضح ہیں کہ انہیں دیکھ کر اور سُن کر چاہیئے کوئی آدمی نہ بہکے لیکن سیدھی راہ پر چلتا وہ ہی ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی ہو۔ لاکھوں آدمی یہ کھلی کھُلی نشانیاں دیکھتے ہیں پر نتیجہ کے اعتبار سے اُن کا دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہے۔

ف۲ یہ منافقین کا ذکر ہے۔ وہ زبان سے دعوائے ایمان واطاعت کا کیا کرتے تھے اور جب عمل کا وقت آتا تو پھر جاتے حقیقت یہ ہے، کہ اُنکے دلوں میں شروع سے ایمان وانقیاد موجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ زبانی جمع خرچ تھا امتحان وابتلاء کے وقت اُس کی بھی قلعی کھل جاتی تھی

ف۳ یعنی اگر ان کا جھگڑا کسی سے ہو گیا اور سمجھتے ہوں کہ ہم ناحق پر ہیں اُس وقت اگر دوسرا فریق کہتا ہے کہ رسول اللہ صلعم کی خدمت میں چل کر اس معاملہ کو طے کرالو تو یہ منافق رضامند نہیں ہوتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حضورؐ یقیناً بلا رو رعایت حق کے موافق فیصلہ کرینگے جو اُن کے مفاد کے خلاف پڑیگا۔ حالانکہ پہلے سے یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم اللہ ورسول پر ایمان لانے اور اُن کا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ اب وہ دعویٰ کہاں گیا۔ ہاں فرض کیجیئے اگر کسی معاملہ میں حق ان کی جانب ہو تو اُس وقت بہت جلدی سے گردن جھکا کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو جائیں اور فیصلہ کا انحصار حضورؐ کی ذات مبارک پر کر دینگے۔ کیونکہ سمجھتے ہیں عدالت سے ہمارے موافق فیصلہ ہوگا۔ تو یہ ایمان واسلام کیا ہوا، محض ہوا پرستی ہوئی۔

ف۴ روگ یہ کہ خدا اور رسول کو سچ مانا لیکن حرص نہیں چھوڑتی کہ کہے پر چلیں جیسے بیمار چاہتا ہے چلے اور پاؤں نہیں اُٹھتا۔

ف۵ یعنی خدا اور رسول کی بابت کوئی دھوکہ لگا ہوا ہے اور حضورؐ کی صداقت یا اللہ کے وعدو وعید میں کوئی شک وشبہ ہے؟ یا یہ گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول اُن کے معاملات کا خلاف انصاف فیصلہ کرینگے؟ اسلئے اُنکی عدالت میں مقدمہ لیجانے سے کتراتے ہیں۔ سو یاد رکھو وہاں تو ظلم وبے انصافی کا احتمال ہی نہیں۔ ہاں خود ان ہی لوگوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ چاہتے ہیں کہ اپنا حق پورا وصول کر لیں اور دوسروں کا ایک پیسہ نہ دیں۔ اِسی لئے اُن معاملات کو خدائی عدالت میں لانے سے گھبراتے ہیں جن میں سمجھتے ہیں کہ رسول کا منصفانہ فیصلہ ہمارے مطلب کے خلاف ہوگا۔ یہ تو منافقین کا ذکر تھا، آگے اِن کے بالمقابل مخلصین کی اطاعت وفرمانبرداری کو بیان فرماتے ہیں۔

ف۶ یعنی سچے مسلمان کا کام یہ ہوتا ہے اور یہ ہونا چاہیئے کہ جب کسی معاملہ میں اُنکو خدا اور رسول کی طرف بُلایا جائے خواہ اس میں بظاہر اُن کا نفع ہو یا نقصان۔ ایک منٹ کا توقف نہ کریں۔ فی الفور "سَمْعاً وَّ طَاعَةً" کہہ کر حکم ماننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اسی میں اُنکی اصلی بھلائی اور حقیقی فلاح کا راز مضمر ہے۔

ف۷ یعنی جو فی الحال فرمانبردار ہو، گذشتہ تقصیرات پر نادم ہو کر اور خدا سے ڈر کر توبہ کرے اور آئندہ بُرے راستہ سے بچ کر چلے، اُسی کے لئے دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔

ف۱ یعنی منافقین بڑی سخت تاکیدی قسمیں کھاکر آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ہم کو آپ حکم دیں تو سب گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکل جانے کے لئے تیار ہیں ذرا حضورؐ اشارہ فرمائیں تو سب مال و دولت اللہ کے راستہ میں لٹا کر الگ ہو جائیں۔ اُس پر فرمایا کہ اس قدر منہ بھر کر لمبی چوڑی قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت سب معلوم ہو چکی کہ زبان سے دعوے بہت کیا کرتے ہو۔ اور عمل کا وقت آئے تو آہستہ سے کھسک جاتے ہو۔ چاہئے کہ سچے مسلمانوں کے دستور کے موافق حکمبرداری کر کے دکھلاؤ زبانی قسمیں کھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ فرض کرو تم قسمیں کھا کر بندوں کو اپنی بات کا یقین دلا دو لیکن اللہ کے آگے کسی کی چالاکی اور فریب نہیں چل سکتا۔ وہ تو تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کی خبر رکھتا ہے۔ آگے چل کر تمہاری مکاری اور نفاق کا پردہ فاش کر دیگا۔ ف۲ یعنی پیغمبر پر خدا کی طرف سے تبلیغ کا بوجھ رکھا گیا ہے، سو اُس نے پوری طرح ادا کر دیا۔ اور تم پر جو بوجھ ڈالا گیا وہ تصدیق و قبول حق کا ہے، اور یہ کہ اُس کے ارشاد کے موافق چلو۔ اگر تم اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اُسکے احکام کی تعمیل کرو گے تو کامیابی دارین کی راہ پاؤ گے اور دنیا و آخرت میں خوش رہو گے ورنہ پیغمبر کا کچھ نقصان نہیں، تمہاری شرارت و سرکشی کا خمیازہ تم کو ہی بھگتنا پڑیگا۔ پیغمبر تو اپنا فرض ادا کر کے عند اللہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو چکے۔ آگے اطاعت رسُول کے بعض ثمرات بیان فرماتے ہیں جن کا سلسلہ دنیا ہی میں شروع ہو جائیگا۔

تَعْمَلُوْنَ (۵۳) قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

کرتے ہو ف۱ تو کہہ حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسُول کا پھر اگر تم منہ پھیروگے تو اُس کا

عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ۭ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَ

ذمہ ہے جو بوجھ اُس پر رکھا اور تمہارا ذمہ ہے جو بوجھ تم پر رکھا اور اگر اُس کا کہا مانو تو راہ پاؤ اور

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (۵۴) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پیغام لانے والے کا ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا کھول کر ف۲ وعدہ کر لیا اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں

مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ

ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں انہوں نے نیک کام، البتہ پیچھے حاکم کر دیگا اُن کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ

اُن سے اگلوں کو اور جما دیگا اُن کے لئے دین اُن کا جو پسند کر دیا اُن کے واسطے

وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ

اور دیگا اُن کو اُن کے ڈر کے بدلے میں امن میری بندگی کرینگے شریک نہ کرینگے

بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (۵۵) وَ

میرا کسی کو ف۳ اور جو کوئی ناشکری کریگا اِسکے پیچھے سو وہی لوگ ہیں نافرمان ف۴ اور

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۵۶)

قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور حکم پر چلو رسُول کے تاکہ تم پر رحم ہو ف۵

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ

نہ خیال کر کہ یہ جو کافر ہیں تھکا دیں گے بھاگ کر ملک میں اور اُن کا ٹھکانا آگ ہے

وَ لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۵۷) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ

اور وہ بُری جگہ ہے پھر جانے کی ف۶ اے ایمان والو اجازت لے کر آئیں تم سے جو تمہارے ہاتھ کے

اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ۭ مِنْ قَبْلِ

مال ہیں ف۷ اور جو کہ نہیں پہنچے تم میں عقل کی حد کو تین بار فجر کی

ع ۷ / ۱۳

ف۳ یہ خطاب فرمایا حضرتؐ کے وقت کے لوگوں کو یعنی جو اُن میں اعلیٰ درجہ کے نیک اور رسُول کے کامل متبع ہیں رسول کے بعد اُن کو زمین کی حکومت دیگا اور جو دین اسلام خدا کو پسند ہے اُن کے ہاتھوں سے دنیا میں اُس کو قائم کریگا۔ گویا جیسا کہ لفظ استخلاف میں اشارہ ہے وہ لوگ محض دنیوی بادشاہوں کی طرح نہ ہونگے۔ بلکہ پیغمبر کے جانشین ہو کر آسمانی بادشاہت کا اعلان کرینگے اور دین حق کی بنیادیں جمائینگے اور خشکی و تری میں اُس کا سکہ بٹھلا دینگے۔ اُس وقت مسلمانوں کو کفار کا خوف مرعوب نہ کریگا وہ کامل امن و اطمینان کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول رہینگے اور دنیا میں امن و امان کا دَور دورہ ہوگا۔ ان مقبول و معزز بندوں کی ممتاز شان یہ ہوگی کہ وہ خالص خدائے واحد کی بندگی کرینگے جس میں ذرہ برابر شرک کی آمیزش نہ ہوگی۔ شرک جلی کا تو وہاں ذکر کیا ہے شرک خفی کی ہوا بھی اُنکو نہ پہنچے گی۔ صرف ایک خدا کے غلام ہونگے، اُسی سے ڈرینگے اُسی سے اُمید رکھینگے۔ اُسی پر بھروسہ کرینگے اُسی کی رضا میں اُن کا جینا اور مرنا ہوگا۔ کسی دوسری ہستی کا خوف و ہراس اُن کے پاس نہ پھٹکے گا۔ نہ کسی دوسرے کی خوشی ناخوشی کی پروا کرینگے۔ الحمد للہ کہ یہ وعدۂ الٰہی چاروں خلفا رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر پورا ہوا۔ اور دنیا نے اس عظیم الشان پیشین گوئی کے ایک ایک حرف کا مصداق اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ خلفائے اربعہ کے بعد بھی کچھ بادشاہان اسلام وقتاً فوقتاً اس نمونہ کے آتے رہے اور جب اللہ چاہیگا آئندہ بھی آئینگے۔ احادیث سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہونگے جنکے متعلق عجیب و غریب بشارات سنائی گئی ہیں۔ وہ خدا کی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دینگے اور خارق عادت جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے اسلام کا کلمہ بلند کرینگے۔ "اَللّٰهُمَّ احْشُرْنَا فِيْ زُمْرَتِهٖ وَارْزُقْنَا شَهَادَةً فِيْ سَبِيْلِكَ اِنَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وَ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ" (تنبیہ) اس آیت استخلاف سے خلفائے اربعہ کی بڑی بھاری فضیلت و منقبت نکلتی ہے۔ ابن کثیر نے اس کے تحت میں عہد نبوت سے لیکر عہد عثمانی تک کی فتوحات کو درجہ بدرجہ بیان کیا ہے اور آخر میں یہ الفاظ لکھے ہیں: "وَجُبِيَ الْخَرَاجُ مِنَ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ اِلٰى حَضْرَةِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَذٰلِكَ بِبَرَكَةِ تِلَاوَتِهٖ وَدِرَاسَتِهٖ وَجَمْعِهِ الْاُمَّةَ عَلٰى حِفْظِ الْقُرْاٰنِ وَلِهٰذَا ثَبَتَ فِي الصَّحِيْحِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم قَالَ اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَسَيَبْلُغُ مُلْكُ اُمَّتِيْ مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا فَهَا نَحْنُ نَتَقَلَّبُ فِيْمَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ فَنَسْاَلُ اللّٰهَ الْاِيْمَانَ بِهٖ وَبِرَسُوْلِهٖ وَالْقِيَامَ بِشُكْرِهٖ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِيْ يُرْضِيْهِ عَنَّا۔"

ف۴ یعنی ایسے انعامات عظیمہ کے بعد ناشکری کرنا بہت ہی بڑے نافرمان اور ہیکڑ مجرم کا کام ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جو کوئی خلفائے اربعہ کی خلافت (اور اُن کے فضل و شرف) سے منکر ہوا۔ ان الفاظ سے اُس کا حال سمجھ لینا۔ "رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ"۔

ف۵ یعنی خدا کی رحمت سے حصہ لینا چاہتے ہو تو تم بھی اُن ہی مقبول بندوں کی روش اختیار کرو۔ وہ روش یہی ہے نمازیں قائم کرنا، زکوٰۃ دیتے رہنا اور تمام شعب زندگی میں رسُول کے احکام پر چلنا۔ "اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا مُتَابَعَةَ رَسُوْلِكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَوَفَّنَا عَلَيْهَا وَاَلْحِقْنَا بِالصّٰلِحِيْنَ۔ آمین۔ ف۶ یہ نیک بندوں کے بالمقابل مردود و مغضوب لوگوں کا انجام بتلایا۔ یعنی جبکہ نیکوں کو ملک کی حکومت اور زمین کی خلافت عطا کی جاتی ہے، کافروں اور بدکاروں کی ساری مکاریاں اور تدبیریں شکست ہو جاتی ہیں۔ اللہ کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا اگر تمام خدائی میں اِدھر اُدھر بھاگتے پھریں تب بھی وہ خدائی سزا سے اپنے کو نہیں بچا سکتے۔ یقیناً اُن کو جہنم کے جیلخانہ میں جانا پڑیگا۔ ف۷ یعنی لونڈی غلام، چار رکوع پہلے مسئلہ استیذان (اجازت لینے) کا ذکر تھا۔ یہ اُسی کا تتمہ ہے۔ درمیان میں خاص خاص مناسبتوں سے دوسرے مضامین آگئے۔

ف۱ اِن تین وقتوں میں عموماً زائد کپڑے اُتار دیے جاتے ہیں یا سونے جاگنے کا لباس تبدیل کیا جاتا ہے اور بیوی کے ساتھ مخالطت بھی بیشتر اِن ہی اوقات میں ہوتی ہے کبھی فجر سے قبل یا دوپہر کے وقت آدمی غسل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی مطلع نہ ہو۔ اس لئے حکم دیا کہ اِن تین وقتوں میں نابالغ لڑکوں اور لونڈی غلام کو بھی اجازت لے کر آنا چاہئے۔ باقی وقتوں میں ان کو اجانب کی طرح اجازت طلب کرنے کی حاجت نہیں۔ اِلّا یہ کہ کوئی شخص اپنی مصلحت سے دوسرے اوقات میں بھی استیذان کی پابندی عائد کر دے۔

صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ
نماز سے پہلے اور جب اُتار رکھتے ہو اپنے کپڑے دوپہر میں اور عشاء کی

صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۗ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ
نماز سے پیچھے یہ تین وقت بدن کھلنے کے ہیں تمہارے ف۱ کچھ تنگی نہیں تم پر اور نہ اُن پر اِن وقتوں

بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
کے پیچھے پھرا ہی کرتے ہو ایک دوسرے کے پاس ف۲ یوں کھولتا ہے اللہ

لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ
تمہارے آگے باتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور جب پہنچیں لڑکے تم میں کے عقل کی حد کو

فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
تو اُن کو ویسی ہی اجازت لینی چاہئے جیسے لیتے رہے ہیں ان سے اگلے ف۳ یوں کھول کر سناتا ہے اللہ

لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ
تم کو اپنی باتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو بیٹھ رہی ہیں گھروں میں تمہاری عورتوں میں سے جنکو توقع نہیں رہی

نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ
نکاح کی اُن پر گناہ نہیں کہ اُتار رکھیں اپنے کپڑے یہ نہیں کہ دکھاتی پھریں

بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ
اپنا سنگار اور اس سے بھی بچیں تو بہتر ہے اُن کے لئے ف۴ اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے ف۵ نہیں ہے

عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ
اندھے پر کچھ تکلیف اور نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ بیمار پر تکلیف ف۶

وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ
اور نہیں تکلیف تم لوگوں پر کہ کھاؤ اپنے گھروں سے یا اپنے باپ کے گھر سے یا

بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ
اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائی کے گھر سے یا اپنی بہن کے گھر سے یا اپنے چچا کے گھر سے

ف۲ یعنی اوقات مذکورہ بالا کو چھوڑ کر باقی جن اوقات میں عادةً ایک دوسرے کے پاس بے روک ٹوک آتے جاتے ہیں اُن میں نابالغ لڑکوں یا لونڈی غلام کو ہر مرتبہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایسا پابند کرنے میں بہت تنگی اور کاروبار کا تعطل ہے جو حق تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

ف۳ یعنی لڑکا جب تک نابالغ ہے تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں بلا اجازت لئے آجا سکتا ہے۔ جس وقت حدِ بلوغ کو پہنچا پھر اُس کا حکم اُن ہی مردوں جیسا ہو گیا جو اس سے پہلے بالغ ہو چکے ہیں اور جن کا حکم پیشتر آیت "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَهْلِهَا" میں گذر چکا ہے۔

ف۴ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی بوڑھی عورتیں گھر میں تھوڑے کپڑوں میں رہیں تو درست ہے اور پورا پردہ رکھیں تو اور بہتر" اور گھر سے باہر نکلتے وقت بھی زائد کپڑے مثلاً برقع وغیرہ اُتار دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ اُس زینت کا اظہار نہ ہو جس کے چھپانے کا حکم آیت "وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ الخ" میں دیا جا چکا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جوان عورتوں کے تستر کے متعلق قرآن کریم کا منشاء کیا ہے۔

ف۵ یعنی یہ تو فتنہ کی روک تھام کے ظاہری انتظامات ہیں باقی پردہ کے اندر جو باتیں کی جاتی ہیں اور فتنے اُٹھائے جاتے ہیں، یاد رہے کہ خدا تعالیٰ اُن سب کو سنتا اور جانتا ہے۔ اُسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کریگا۔

ف۶ یعنی جو کام تکلیف کے ہیں وہ اُن کو معاف ہیں مثلاً جہاد، حج، جمعہ اور جماعت اور ایسی چیزیں۔ (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ ان معذور و محتاج لوگوں کو تندرستوں کے ساتھ کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ جاہلیت میں اس قسم کے محتاج و معذور آدمی اغنیاء اور تندرستوں کے ساتھ کھانے سے رُکتے تھے انہیں خیال گذرتا تھا کہ شاید لوگوں کو ہمارے ساتھ کھانے سے نفرت ہو اور ہماری بعض حرکات و اوضاع سے ایذا پہنچتی ہو، اور واقعی بعضوں کو نفرت و وحشت ہوتی بھی تھی۔ نیز بعض مومنین کو غایت اِتقاء سے یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے معذوروں اور مریضوں کے ساتھ کھانے میں شاید اصول عدل و مساوات قائم نہ رہ سکے۔ اندھے کو سب کھانے نظر نہیں آتے لنگڑا ممکن ہے دیر میں پہنچے اور مناسب نشست سے نہ بیٹھ سکے۔ بیمار کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اس بناء پر ساتھ کھلانے میں احتیاط کرتے تھے کہ اُن کی حق تلفی نہ ہو۔ دوسری ایک اور صورت پیش آتی تھی کہ یہ معذور و محتاج لوگ کسی کے پاس گئے، وہ شخص استطاعت نہ رکھتا تھا، از راہ بے تکلفی ان کو اپنے باپ، بھائی، بہن، چچا، ماموں وغیرہ کسی عزیز و قریب کے گھر لے گیا۔ اس پر ان حاجتمندوں کو خیال ہوتا تھا کہ ہم تو آئے تھے اس کے پاس، یہ دوسرے کے ہاں لے گیا۔ کیا معلوم وہ ہمارے کھلانے سے کارہ اور ناخوش تو نہیں۔ اِن تمام خیالات کی اصلاح آیت حاضرہ میں کر دی گئی کہ خواہی نہ خواہی اس طرح کے اوہام و وساوس میں مت پڑو اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں وسعت رکھی ہے پھر تم خود اپنے اُوپر تنگی کیوں کرتے ہو۔

اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِکُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِکُمْ اَوْ مَا مَلَکْتُمْ

یا اپنی پھوپی کے گھر سے یا اپنے ماموں کے گھر سے یا اپنی خالہ کے گھر سے یا جس گھر کی کنجیوں کے

مَّفَاتِحَہٗۤ اَوْ صَدِیْقِکُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ

تم مالک ہو یا اپنے دوست کے گھر سے ف۱ نہیں گناہ تم پر کہ کھاؤ آپس میں مل کر یا

اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ

جُدا ہو کر پھر جب کبھی جانے لگو گھروں میں تو سلام کہو اپنے لوگوں پر نیک دعا ہے اللہ کے

اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً ؕ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ

یہاں سے برکت والی ستھری یوں کھولتا ہے اللہ تمہارے آگے اپنی باتیں تاکہ تم

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ وَ اِذَا

سمجھ لو ف۲ ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے ہیں اللہ پر اور اسکے رسول پر اور جب

ع ١٤

کَانُوْا مَعَہٗ عَلٰۤی اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْہَبُوْا حَتّٰی یَسْتَاْذِنُوْہُ ؕ اِنَّ

ہوتے ہیں اسکے ساتھ کسی جمع ہونے کے کام میں تو چلے نہیں جاتے جب تک اُس سے اجازت نہ لے لیں جو

الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ ۚ فَاِذَا

لوگ تجھ سے اجازت لیتے ہیں وہ ہی ہیں جو مانتے ہیں اللہ کو اور اُس کے رسول کو ف۳ پھر جب

اسْتَاْذَنُوْکَ لِبَعْضِ شَاْنِہِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْہُمْ وَ اسْتَغْفِرْ

اجازت مانگیں تجھ سے اپنے کسی کام کے لئے تو اجازت دے جس کو اُن میں سے تو چاہے اور معافی مانگ

لَہُمُ اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ

اُن کے واسطے اللہ سے، اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۴ مت کر لو بلانا رسول کا اپنے اندر

کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْکُمْ

برابر اُسکے جو بلاتا ہے تم میں ایک دوسرے کو ف۵ اللہ جانتا ہے اُن لوگوں کو تم میں سے جو سٹک جاتے ہیں

لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖۤ اَنْ تُصِیْبَہُمْ

آنکھ بچا کر ف۶ سو ڈرتے رہیں وہ لوگ جو خلاف کرتے ہیں اُس کے حکم کا اس سے کہ آ پڑے اُن پر

ف۱ یعنی تمہارے زیر تصرف دے دیا گیا ہو۔ مثلاً کسی نے اپنی چیز کا وکیل یا محافظ بنا دیا اور بقدر معروف اُس میں سے کھانے پینے کی اجازت دے دی۔

ف۲ یعنی اپنایت کے علاقوں میں کھانے کی چیز کو ہر وقت پوچھنا ضرور نہیں۔ نہ کھانے والا احجاب کرے نہ گھر والا دریغ کرے۔ مگر عورت کا گھر اگر اُس کے خاوند کا ہو۔ اُس کی مرضی حاصل کرنی چاہئے اور ملکر کھاؤ یا جُدا یعنی اس کی تکرار دل میں نہ رکھے کہ کس نے کم کھایا کس نے زیادہ۔ سب نے مل کر پکایا سب نے مل کر کھایا۔ اور اگر ایک شخص کی مرضی نہ ہو تو پھر کسی کی چیز کھانی ہرگز درست نہیں اور تقید فرمایا سلام کا آپس کی ملاقات میں۔ کیونکہ اس سے بہتر دعا نہیں۔ جو لوگ اس کو چھوڑ کر اور الفاظ گھڑتے ہیں اللہ کی تجویز سے اُن کی تجویز بہتر نہیں ہو سکتی۔ (تنبیہ) آیت سے تنہا کھانے کا جواز بھی نکلا۔ بعض حضرات کو لکھا ہے کہ جب تک کوئی مہمان ساتھ نہ ہو کھانا نہ کھاتے تھے معلوم ہوا یہ غلو ہے۔ البتہ اگر کئی کھانے والے ہوں اور اکٹھے بیٹھ کر کھائیں تو موجب برکت ہوتا ہے کما ورد فی الحدیث۔

ف۳ اُوپر کی آیتوں میں آنے کے وقت استیذان (اجازت طلب کرنے) کا ذکر تھا۔ یہاں جانے کے وقت استیذان کی ضرورت بتلائی ہے یعنی پورے ایمان والے وہ ہیں جو رسُول کے بُلانے پر حاضر ہوتے ہیں اور جب کسی اجتماعی کام میں شریک ہوں مثلاً جمعہ، عیدین، جہاد اور مجلس مشاورت وغیرہ میں تو بدون اجازت کے اُٹھ کر نہیں جاتے۔ یہی لوگ ہیں جو کامل اور صحیح معنیٰ میں اللہ اور رسول کو مانتے ہیں۔

ف۴ یعنی غور و فکر کے بعد جس کو مناسب سمجھیں اجازت دیدیں۔ اور چونکہ اس اجازت پر عمل کرنا بھی فی الجملہ صحبت نبوی سے حرمان اور صورۃ تقدیم الدنیا علی الدین کا شائبہ اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے اُن مخلصین کے حق میں استغفار فرمائیں۔ تا آپکے استغفار کی برکت سے اس نقص کا تدارک ہو سکے۔

ف۵ یعنی حضرت کے بلانے پر حاضر ہونا فرض ہو جاتا ہے۔ آپ کا بُلانا اوروں کی طرح نہیں کہ چاہے اُس پر "لبیک" کہے یا نہ کہے۔ اگر حضورؐ کے بلانے پر حاضر نہ ہو تو آپ کی بد دعا سے ڈرنا چاہئے کیونکہ آپ کی دعا معمولی انسانوں جیسی نہیں۔ نیز مخاطبات میں حضور کے ادب و عظمت کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔ عام لوگوں کی طرح "یا محمدؐ" وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کیا جائے بلکہ "یا نبی اللہ" اور "یا رسُول اللہ"، جیسے تعظیمی الفاظ سے پکارنا چاہئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "حضرتؐ کے بُلانے سے فرض ہوتا تھا حاضر ہونا جس کام کو بلائیں۔ پھر یہ بھی تھا کہ وہاں سے بے اجازت اُٹھ کر چلے نہ جائیں۔ اب بھی سب مسلمانوں کو اپنے سرداروں کے ساتھ یہ برتاؤ کرنا چاہئے"۔

ف۶ یہ منافقین تھے جن کو مجلس نبوی میں بیٹھنا اور پند و نصیحت سُننا شاق گذرتا تھا۔ وہ اکثر موقع پا کر اور آنکھ بچا کر مجلس سے بلا اجازت کھسک جاتے تھے۔ مثلاً کوئی مسلمان اجازت لے کر اُٹھا، یہ بھی اُس کی آڑ میں ہو کر ساتھ ساتھ چل دیے اُس کو فرمایا کہ تم پیغمبر سے کیا چھپاتے ہو، خدا تعالیٰ کو تمہارا سب کا حال معلوم ہے۔

ف یعنی اللہ ورسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنیوالوں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں اُن کے دلوں میں کفر ونفاق وغیرہ کا فتنہ ہمیشہ کے لئے جڑنہ پکڑ جائے۔ اور اس طرح دنیا کی کسی سخت آفت یا آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ العیاذ باللہ۔ ف۲ یعنی ممکن ہے مخلوق سے آنکھ بچاکر کوئی کام کرگذرو، لیکن حق تعالیٰ سے تمہارا کوئی حال پوشیدہ نہیں رہ سکتا نہ اُس کی زمین و آسمان میں سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے ہو۔ وہ جس طرح تمہارے احوال موجودہ سے باخبر ہے ایسے ہی اُس دن کی کیفیت مُجازات سے بھی پورا آگاہ ہے جب تمام مخلوق حساب وکتاب کے لئے اُس کی طرف لَوٹائی جائیگی اور ہرایک کے سامنے اُس کا ذرّہ ذرّہ عمل کھول کر رکھ دیا جائیگا۔ ایسے علیم الکل اور مالک الکل کی سزا سے مجرم کس طرح اپنے کو بچا سکتا ہے۔

تَمَّ سُوْرَةُ النُّوْرِ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَتَوْفِيْقِهٖ، اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْاِيْمَانِ وَالْاِحْسَانِ وَنَوِّرْ قُبُوْرَنَا وَاَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَبِالْاِجَابَةِ جَدِيْرٌ۔

فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

کچھ خرابی یا پہنچے اُن کو عذاب دردناک ف۱ سُنتے ہو اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ

اور زمین میں اُس کو معلوم ہے جس حال پر تم ہو اور جس دن پھیرے جائینگے اُس کی طرف

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

تو بتائیگا اُن کو جو کچھ انہوں نے کیا، اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے ف۲

ع ۹ / ۱۵

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ سَبْعٌ وَّسَبْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

سورۂ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ستتر آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۙ ﴿۱﴾

بڑی برکت ہے اُسکی جس نے اُتاری فیصلہ کی کتاب ف۳ اپنے بندہ پر ف۴ تاکہ رہے جہان والوں کے لئے ڈرانیوالا ف۵

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ

وہ کہ جس کی ہے سلطنت آسمان اور زمین میں اور نہیں پکڑا اُس نے بیٹا اور نہیں کوئی اُس کا

شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾ وَاتَّخَذُوْا

ساجھی سلطنت میں اور بنائی ہر چیز پھر ٹھیک کیا اُس کو ماپ کر ف۶ اور لوگوں نے پکڑ رکھے

مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ

ہیں اُس سے ورے کتنے حاکم جو نہیں بناتے کچھ چیز اور وہ خود بنائے گئے ہیں اور نہیں مالک

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾

اپنے حق میں بُرے کے اور نہ بھلے کے اور نہیں مالک مرنے کے اور نہ جینے کے اور نہ جی اُٹھنے کے ف۷

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ

اور کہنے لگے جو منکر ہیں اور کچھ نہیں ہے یہ مگر طوفان باندھ لایا ہے اور ساتھ دیا ہے اُس کا اُس میں اور

ف۳ "فرقان" (فیصلہ کی کتاب) قرآن کریم کو فرمایا جو حق و باطل کا آخری فیصلہ اور حرام وحلال کو کھلے طور پر ایک دوسرے سے جُدا کرتا ہے یہ ہی کتاب ہے جس نے اپنے اتارنے والے کی عظمت شان، عُلوّ صفات اور اعلیٰ درجہ کی حکمت و رافت کو انتہائی شکل میں پیش کیا اور تمام جہان کی ہدایت و اصلاح کا تکفل اور اُن کو خیر کثیر اور غیر منقطع برکت عطا کرنے کا سامان بہم پہنچایا۔

ف۴ یعنی اپنے اس کامل و اکمل بندہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کا ممتاز لقب ہی کمال عبودیت کی وجہ سے "عبد اللہ" ہو گیا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

ف۵ یعنی قرآن کریم سارے جہان کو کفر و عصیان کے انجام بد سے آگاہ کرنے والا ہے۔ چونکہ سورت ہذا میں مکذبین و معاندین کا ذکر بکثرت ہوا ہے، شاید اسی لئے یہاں صفت "نذیر" کو بیان فرمایا۔ "بشیر" کا ذکر نہیں کیا۔ اور "للعالمین" کے لفظ سے بتلا دیا کہ یہ قرآن صرف عرب کے اُمیوں کے لئے نہیں اُترا بلکہ تمام جن و انس کی ہدایت و اصلاح کے واسطے آیا ہے۔

ف۶ یعنی ہر چیز کو ایک خاص اندازہ میں رکھا کہ اُس سے وہی خواص و افعال ظاہر ہوتے ہیں جن کے لئے پیدا کی گئی ہے اپنے دائرہ سے باہر قدم نہیں نکال سکتی نہ اپنی حدود میں عمل و تصرف کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ غرض ہر چیز کو ایسا ماپ تول کر پیدا فرمایا کہ اس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی یا انگلی رکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ بڑے بڑے سائنس داں حکمت کے دریا میں غوطہ لگاتے ہیں اور آخر کار اُن کو یہ ہی کہنا پڑتا ہے "صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ" اور "فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ"۔

ف۷ یعنی کس قدر ظلم اور تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ ایسے قادر مطلق، مالک الکل، حکیم علی الاطلاق کی زبردست ہستی کو کافی نہ سمجھ کر دوسرے معبود اور حاکم تجویز کر لئے گئے۔ جو گویا خدا کی حکومت میں حصہ دار ہیں۔ حالانکہ اُن بیچاروں کا خود اپنا وجود بھی اپنے گھر کا نہیں نہ وہ ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں، نہ مارنا جلانا اُن کے قبضہ میں ہے، نہ اپنے مستقل اختیار سے کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ خود اپنی ذات کے لئے بھی ذرہ برابر فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ایسی عاجز و مجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر سفاہت اور بے حیائی ہے۔ (ربط) یہ تو قرآن نازل کرنے والے کی صفات و شئون کا ذکر تھا اور اُس کے متعلق مشرکین جو بے تمیزی کر رہے تھے اُس کی تردید تھی۔ آگے خود قرآن اور حامل قرآن کی نسبت سفیہانہ نکتہ چینیوں کا جواب ہے۔

ف۱ یعنی یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے معاذ اللہ محمد صلعم نے چند یہودیوں کی مدد سے ایک کلام تیار کرلیا اور اُس کو جھوٹ طوفان خدا کی طرف منسوب کردیا پھر اُن کے ساتھی لگے اُس کی اشاعت کرنے بس کل حقیقت اتنی ہے۔ ف۲ یعنی اس سے بڑھ کر ظلم اور جھوٹ کیا ہوگا کہ ایسے کلام معجز اور کتاب حکیم کو جسکی عظمت و صداقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے، اکذب و افترا کہا جائے۔ کیا چند یہودی غلاموں کی مدد سے ایسا کلام بنایا جا سکتا ہے جس کے مقابلہ سے تمام دنیا کے فصیح و بلیغ عالم و حکیم بلکہ جن و انس ہمیشہ کے لئے عاجز رہ جائیں۔ اور جس کے علوم و معارف کی تھوڑی سی جھلک بڑے بڑے عالی دماغ عقلاء و حکماء کی آنکھوں کو خیرہ کردے۔ ف۳ یعنی محمد صلعم نے اہل کتاب سے کچھ قصے کہانیاں سن کر نوٹ کر لی ہیں۔ یا کسی سے نوٹ کرالی ہیں۔ وہ ہی شب و روز اُن کے سامنے پڑھی اور رٹی جاتی ہیں۔ نئے نئے اسلوب سے اُن ہی کا الٹ پھیر رہتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اول نماز کے دو وقت مقرر تھے صبح اور شام۔ مسلمان حضرت کے پاس جمع ہوتے جو نیا قرآن اُترا ہوتا لکھ لیتے یاد کرنے کو۔ اُس کو کافر یوں کہنے لگے"۔

اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۴ۚۛ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ
لوگوں نے ف۱ سو آگئے بے انصافی اور جھوٹ پر ف۲ اور کہنے لگے یہ نقلیں ہیں پہلوں کی
اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۵ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ
جن کو اُس نے لکھ رکھا ہے، سو وہ ہی لکھوائی جاتی ہیں اُسکے پاس صبح اور شام ف۳ تو کہہ اُسکو اتارا ہے اُس نے جو جانتا ہے چھپے ہوئے
فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۶ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا
بھید آسمانوں میں اور زمین میں ف۴ بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے ف۵ اور کہنے لگے یہ کیسا
الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ
رسول ہے کھاتا ہے کھانا اور پھرتا ہے بازاروں میں ف۶ کیوں نہ اُترا اُس کی طرف
مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۷ۙ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ
کوئی فرشتہ کہ رہتا اُس کے ساتھ ڈرانے کو یا آپڑتا اُس کے پاس خزانہ یا ہو جاتا اُسکے لئے ایک باغ
يَّاْكُلُ مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۸
کہ کھایا کرتا اُس میں سے ف۷ اور کہنے لگے بے انصاف تم پیروی کرتے ہو اِس ایک مرد جادو مارے کی ف۸
اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۹ؑ
دیکھ کیسی بٹھلاتے ہیں تجھ پر مثلیں سو بہک گئے اب پا نہیں سکتے راستہ ف۹
تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
بڑی برکت ہے اُس کی جو چاہے تو کر دے تیرے واسطے اِس سے بہتر باغ کہ نیچے بہتی ہیں
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۱۰ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا
اُن کے نہریں اور کر دے تیرے واسطے محل ف۱۰ کچھ نہیں وہ جھٹلاتے ہیں قیامت کو اور ہم نے تیار کی ہے
لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۱۱ۚ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا
اُسکے واسطے کہ جھٹلاتا ہے قیامت کو آگ ف۱۱ جب وہ دیکھے گی اُنکو دور کی جگہ سے سنیں گے
لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۱۲ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا
اُس کا جھنجھلانا اور چلانا ف۱۲ اور جب ڈالے جائینگے اُسکے اندر ایک جگہ تنگ میں ایک زنجیر میں کئی کئی بندھے ہوئے پکارینگے

ف۴ یعنی کتاب خود بتلا رہی ہے کہ وہ کسی ایک انسان یا کمیٹی کی بنائی ہوئی نہیں، بلکہ اُس خدا کی اتاری ہوئی ہے جسکے احاطہ علمی سے زمین و آسمان کی کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ اس کلام کی معجزانہ فصاحت و بلاغت، علوم و معارف، اخبار غیبیہ، احکام و قوانین اور وہ اسرار مکنونہ جن کی تہ تک بدون توفیق الٰہی کے عقول و افہام کی رسائی نہیں ہو سکتی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ یہ کسی محدود علم والے آدمی یا سازشی جماعت کا کلام نہیں۔

ف۵ یعنی اپنی بخشش اور مہر سے ہی یہ قرآن اتارا (موضح القرآن) پھر جو لوگ ایسی روشن حقیقت کے منکر ہیں باوجود اُن کے جرائم کا تفصیلی علم رکھنے کے فوراً سزا نہیں دیتا۔ یہ بھی اُس کی بخشش اور مہر ہی کا پرتو ہے۔

ف۶ یعنی جب ہماری طرح کھانا کھائے اور ہماری طرح خرید و فروخت کے لئے بازاروں میں جائے تو ہم میں اُس میں فرق کیا رہا۔ اگر واقعی رسول تھا تو چاہیئے تھا کہ فرشتوں کی طرح کھانے پینے اور طلب معاش کے بکھیڑوں سے فارغ ہوتا۔

ف۷ یعنی اگر فرشتوں کی فوج نہیں تو کم از کم خدا کا ایک آدھ فرشتہ ان کو سچا ثابت کرنے اور رعب جمانے کے لئے ساتھ رہتا جسے دیکھ کر خواہ مخواہ لوگوں کو جھکنا پڑتا۔ یہ کیا کہ کس مپرسی کی حالت میں اکیلے دعوے کرتے پھر رہے ہیں۔ یا اگر فرشتے بھی ہمراہ نہ ہوں تو کم از کم آسمان سے سونے چاندی کا کوئی غیبی خزانہ مل جاتا کہ لوگوں کو بیدریغ مال خرچ کر کے ہی اپنی طرف کھینچ لیا کرتے۔ اور خیر یہ بھی نہ سہی معمولی رئیسوں اور زمینداروں کی طرح انگور کھجور وغیرہ کا ایک باغ تو انکی ملک میں ہوتا جس سے دوسروں کو نہ دیتے تو کم از کم خود بے فکری سے کھایا پیا کرتے جب اتنا بھی نہیں تو کس طرح یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسالت کے عہدۂ جلیلہ پر معاذ اللہ ایسی معمولی حیثیت کے آدمی کو مامور کیا ہے۔

ف۸ یعنی میاں کی یہ پوزیشن اور اتنے اونچے دعوے؟ بجز اس کے کیا کہا جائے کہ عقل کھوئی گئی ہے یا کسی نے جادو کے زور سے دماغ مختل کر دیا ہے جو ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

ف۹ یعنی کبھی کہتے ہیں کہ ان کی باتیں محض مفتریات ہیں کبھی دعوے کرتے ہیں کہ نہیں دوسروں سے سیکھ کر اپنے سانچے میں ڈھال لی ہیں کبھی آپ کو مسحور بتلاتے ہیں کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی شاعر، کبھی مجنون، یہ اضطراب خود بتلاتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز آپ پر منطبق نہیں ہوتی۔ اسی لئے کسی ایک بات پر قرار نہیں۔ اور الزام لگانے کا کوئی راستہ ہاتھ نہیں آتا۔ جو لوگ انبیاء کی جناب میں اس طرح کی گستاخیاں کر کے گمراہ ہوتے ہیں اُنکے راہ راست پر آنے کی کوئی توقع نہیں۔

ف۱۰ یعنی اللہ کے خزانہ میں کیا کمی ہے، وہ چاہے تو ایک باغ کیا، بہت سے باغ اُس سے بہتر عنایت فرما دے جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں۔ بلکہ اس کو قدرت ہے کہ آخرت میں جو باغ اور نہریں اور حور و قصور ملنے والے ہیں وہ سب آپ کو ابھی دنیا میں عطا کر دے لیکن حکمت الٰہی بالفعل اس کو مقتضی نہیں۔ اور معاندین کے سارے مطالبات اور فرمائشیں بھی اگر پوری کر دی جائیں تب بھی یہ حق و صداقت کو قبول کرنیوالے نہیں ہیں۔ باقی پیغمبر علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے جو دلائل و معجزات پیش کئے جا چکے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ ف۱۱ یعنی یہ لوگ جن چیزوں کا مطالبہ کر رہے ہیں، فی الحقیقت طلب حق کی نیت نہیں محض شرارت اور تنگ کرنے کے لئے ہے۔ اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ انہیں ابھی تک قیامت اور سزا و جزاء پر یقین نہیں آیا۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ اُن کے جھٹلانے سے کچھ نہیں بنتا، قیامت آ کر رہیگی اور ان مکذبین کے لئے آگ کا جو جیل خانہ تیار کیا گیا ہے اُس میں ضرور رہنا پڑیگا۔ ف۱۲ یعنی دوزخ کی آگ محشر میں جہنمیوں کو دور سے دیکھ کر جوش میں بھر جائیگی اور اُسکی غضبناک آوازوں اور خوفناک پھنکاروں سے بڑے بڑے دلیروں کے پتے پانی ہو جائینگے۔

ف۱ یعنی دوزخ میں ہر مجرم کے لئے خاص جگہ ہوگی جہاں سے ہل نہ سکے گا۔ اور ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم ایک ساتھ زنجیروں میں جکڑے ہونگے۔ اُس وقت مصیبت سے گھبرا کر موت کو پکارینگے کہ کاش موت آکر ہماری اِن دردناک مصائب کا خاتمہ کردے۔ ف۲ یعنی ایک بار مریں تو چھوٹ جائیں۔ دن میں ہزار بار مرنے سے بدتر حال ہوتا ہے (موضح القرآن)۔

هُنَالِكَ ثُبُورًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُورًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُورًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾
اُس جگہ موت کو ف۱ مت پکارو آج ایک مرنے کو اور پکارو بہت سے مرنے کو ف۲

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ
تو کہہ بھلا یہ چیز بہتر ہے یا باغ ہمیشہ رہنے کا جس کا وعدہ ہوچکا پرہیزگاروں سے ف۳ وہ ہوگا اُن کا

جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى
بدلہ اور پھر جانے کی جگہ اُن کے واسطے وہاں ہے جو وہ چاہیں ف۴ رہا کریں ہمیشہ ہوچکا تیرے

رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
رب کے ذمہ وعدہ مانگا ملتا ف۵ اور جس دن جمع کر بلائیگا اُنکو اور جنکو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوائے

اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ؕ
پھر اُن سے کہیگا کیا تم نے بہکایا میرے ان بندوں کو یا وہ آپ بہکے راہ سے ف۶

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ
بولیں گے تو پاک ہے ہم سے بن نہ آتا تھا کہ پکڑ لیں کسی کو تیرے بغیر رفیق ف۷

وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾
لیکن تو اُن کو فائدہ پہنچاتا رہا اور اُنکے باپ دادوں کو یہاں تک کہ بھلا بیٹھے تیری یاد اور یہ تھی لوگ تباہ ہونیوالے ف۸

فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَ
سو وہ تو جھٹلا چکے تم کو تمہاری بات میں ف۹ اب نہ تم لوٹا سکتے ہو اور نہ مدد کر سکتے ہو ف۱۰ اور

مَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ
جو کوئی تم میں گنہ گار ہے اُس کو ہم چکھائینگے بڑا عذاب ف۱۱ اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ
رسول سب کھاتے تھے کھانا اور پھرتے تھے بازاروں میں ف۱۲

وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ ع ۲ ۱۷
اور ہم نے رکھا ہے تم میں ایک دوسرے کے جانچنے کو دیکھیں ثابت بھی رہتے ہو ف۱۳ اور تیرا رب سب کچھ دیکھتا ہے ف۱۴

ف۳ یعنی مکذبین کا انجام سُن لیا۔ اب خود فیصلہ کرلو کہ یہ پسند ہے یا وہ جس کا وعدہ مومنین متقین سے کیا گیا۔

ف۴ اور چاہیں گے وہی جو اُن کے مرتبہ کے مناسب ہوگا۔

ف۵ "وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا" سے مُراد جنتی وعدہ ہے جو خدا تعالیٰ نے محض فضل وعنایت سے اپنے ذمہ لازم کرلیا۔ یا یہ مطلب کہ اس وعدہ کے ایفاء کا متقین سوال کریں گے۔ جو یقیناً پورا کیا جائیگا۔ جیسا کہ دُعا میں ہے۔ "رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ"۔

ف۶ یعنی عابدین کو سُنا کر معبودوں سے دریافت کیا جائیگا کہ کیا تم نے اِن کو شرک کی اور اپنی پرستش کرانے کی ترغیب دی تھی یا یہ خود اپنی حماقت وجہالت اور غفلت وبے توجہی سے گمراہ ہوئے۔

ف۷ یعنی ہماری کیا مجال تھی کہ تجھ سے ہٹ کر کسی دوسرے کو اپنا رفیق ومددگار سمجھتے۔ پھر جب ہم اپنے نفس کے لیے تیرے سوا کوئی سہارا نہیں رکھتے تھے تو دوسروں کو کیسے حکم دیتے کہ ہم کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں۔

ف۸ یعنی اصل یہ ہے کہ یہ بدبخت اپنی سوء استعداد سے خود ہی تباہ ہونے کو پھر رہے تھے ہلاکت ان کے لئے مقدر ہوچکی تھی، ظاہری سبب اس کا یہ ہوا کہ عیش وآرام میں پڑ کر اور غفلت کے نشہ میں چُور ہو کر آپ کی یاد کو بھلا بیٹھے، کسی نصیحت پر کان نہ دھرا پیغمبروں کی ہدایت وارشاد کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کرلیں اور دنیوی تمتع پر مغرور ہوگئے، آپ نے اپنی نوازش سے جس قدر ان کو اور ان کے باپ دادوں کو دنیا کے فائدے پہنچائے، یہ اسی قدر غفلت ونسیان میں ترقی کرتے گئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انعامات الٰہیہ کو دیکھ کر منعم حقیقی کی بندگی اور شکرگذاری اختیار کرتے، اُلٹے مغرور ومفتون ہو کر کفر وعصیان پر تُل گئے۔ گویا جو امرت تھا، بدبختی سے ان کے حق میں زہر بن گیا۔

ف۹ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ لو! جن کی اعانت پر تم کو بڑا بھروسہ تھا وہ خود تمہارے دعاوی کو جھٹلا رہے ہیں اور تمہاری حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔

ف۱۰ یعنی اب نہ عذاب الٰہی کو پھیر سکتے ہو نہ بات کو پلٹ سکتے ہو نہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہو، جس کو جو سزا ملنے والی ہے اُس کا پڑے مزہ چکھتے رہو۔

ف۱۱ شاید ظلم سے مراد یہاں شرک ہو، اور ممکن ہے ہر قسم کا ظلم وگناہ مُراد لیا جائے۔

ف۱۲ یہ جواب ہوا "مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ الخ" کا۔ یعنی آپ سے پہلے جتنے پیغمبر دنیا میں آئے سب آدمی تھے آدمیوں کی طرح کھاتے پیتے اور معاشی ضروریات کے لئے بازار بھی جاتے تھے۔ اُن کو فرشتہ بنا کر نہیں بھیجا جو کھانے پینے اور حوائج بشریہ سے مستغنی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے لئے بازاروں میں پھرنا شانِ تقدس اور بزرگی کے منافی نہیں۔ بلکہ اگر بازار نہ جانے کا منشاء کبر وخود بینی ہو تو یہ بزرگی کے خلاف ہے۔ ف۱۳ یعنی پیغمبر ہیں کافروں کا ایمان جانچنے کو۔ اور کافر ہیں پیغمبروں کا صبر جانچنے کو۔ اب دیکھیں کافروں کے سفیہانہ طعن وتشنیع اور لغو اعتراضات سُن کر تم کس حد تک صبر واستقلال دکھاتے ہو۔ ف۱۴ یعنی کافروں کا کفر وایذا دہی اور صابروں کا صبر وتحمل سب اُس کی نظر میں ہے۔ ہر ایک کو اُس کے کیے کا پھل دے کر رہیگا۔